موت کی قیمت
اشتیاق احمد

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

محمود، فاروق، فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید سیریز......ناول نمبر 688

موت کی قیمت

قیمت ۴۵ ؍ روپے

اشتیاق احمد

نئی نسل کے لئے

نیا ادب.......

حیرت، تجسس اور سراغرسانی کے انوکھے رنگ!

نام ناول.............. موت کی قیمت
ناشر.................. اشتیاق احمد
تزئین.................. محمد سعید نامدار
سرکولیشن.............. محمد یار میجر
کمپوزر................ اے۔ آر۔ فاروقی
قیمت.................. [illegible] روپے

گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر انداز بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔

انداز بک ڈپو
9/12 نصیر آباد۔ سانده کلاں۔ لاہور
فون 7112969-7246356

اسٹاکسٹ: محبوب بک ڈپو۔ اردو بازار لاہور

حدیث نبوی ﷺ

جابر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت، جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے نہ تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ پھریں گے نہ ناک جھاڑیں گے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا۔ کھانے کا فضلہ نہیں بنے گا۔ فرمایا، ڈکار لیں گے اور کستوری کی طرح پسینہ بہائیں گے۔ جس طرح سانس ملتا ہے۔ اس طرح تسبیح و تحمید الہام کیے جائیں گے۔

(روایت کیا اس کو مسلم نے) مشکوٰۃ شریف

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص جنت میں داخل ہوگا، وہ چین میں رہے گا، کبھی فکر مند نہ ہوگا۔ اس کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے۔ اس کی جوانی ختم نہ ہوگی۔

(روایت کیا اس کو مسلم نے)

دو باتیں

السلام علیکم !اسامہ ... رشدی ... یہ دو نام نہ جانے کیوں میرے ذہن سے چپک سے گئے ہیں ... اگر ہم ان دو ناموں پر غور کریں ... ان کا پس منظر دیکھیں ... عالمی طاقتوں کا کردار ان دونوں کے بارے میں دیکھیں تو آپ مارے حیرت کے دھک سے رہ جائیں گے اور قرآن کریم کے الفاظ آپ کے دماغوں میں گونجنے لگیں گے۔

بات شاید آپ سمجھ نہ سکے ہوں ... دیکھیے ... سلمان رشدی نے ایک شیطانی کتاب لکھی ... اس میں آپ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور آپ ﷺ کی ازدواج مطہرات کی شان میں کھلی کھلی گستاخیاں کیں ... اسلامی دنیا کے اس خلاف کے ہو گئی تو اس نے یورپ میں پناہ لی ،، پورا یورپ اس کی حفاظت کرنے لگا ... اس کی حفاظت کے انتظامات اس پیمانے پر کیے گئے کہ معلوم ہوتا تھا ... سب کو اسی فکر ہے ...

دوسری طرف دیکھیے ... اسامہ بن لادن نے اسلام کی خاطر ایسے کارنامے انجام دیے کہ امریکہ اور اسرائیل اس کے خلاف ہو گئے ... یہاں تک کہ دوسرے غیر اسلامی ممالک بھی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ... قصور کیا ہے ... اسلام کے لیے کام کیوں کیا ... اسامہ کا قصور یہ ہے کہ اس نے اسلام کے لیے کارنامے انجام کیوں دیے ... اپنی اربوں کی دولت کیوں خرچ کی ... اس لیے ساری غیر مسلم دنیا اس کے خلاف اور رشدی کی حفاظت کے لیے۔ ساری غیر مسلم دنیا ڈٹ گئی ... اس لئے کہ اس نے اسلام کے خلاف کام کیا ...

کیا اب بھی آپ نہیں سمجھے ... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہیں ... یہ آپس میں دوست ہیں۔"

کیا یہ دو نام اور ان دو ناموں سے ملا سبق قرآن کی اس بات کا مکمل ترین ثبوت نہیں ... اب تو جاگ جایئے !!

اشتیاق احمد

بھاؤ کی سزا

"ہائیں! یہ کیا ... دوڑو ... وہ اس بوڑھے کو مار رہے ہیں۔"

فاروق چلایا۔

"دوڑنے سے کچھ نہیں ہوگا ... فائر کرو۔" فرزانہ چیخی۔

"حد ہو گئی ... گولی اگر بوڑھے کو لگ گئی۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"اوہو ... وہ والا فائر کھولو۔"

"تمہارا مطلب ہے ... ہوائی فائر۔" محمود مسکرایا۔

"ہاں۔" اس نے فوراً کہا۔

"جب تک تم فیصلہ کرو گے کہ کیا کرنا ہے ... وہ اس فیصلہ کر دیں گے ... ان کے ہاتھوں میں چاقو ہیں، کمانی دار چاقو ... گویا وہ اس کام کے ماہر ہیں ... میں تو چلا۔"

"یہ کہتے ہوئے فاروق نے ان کی طرف دوڑ لگا دی ...

ساتھ ہی وہ حلق پھاڑ کر چیخ اٹھا:

"خبردار ... بے وقوفو ... یہ تم کیا غلطی کر رہے ہو ... یہ کام تو محفوظ طریقے سے بھی کر سکتے ہو۔"

"تم سے پہلے میری گولی پہنچے گی..." محمود نے کہا اور فائر کر دیا۔

"اور تم سے پہلے میری جوتی۔" فرزانہ نے کہا اور اپنا جوتا اتار کر ان کی طرف کھینچ مارا...

فاصلہ زیادہ تھا... جوتا درمیان میں کہیں گر گیا۔

"جوتی نہیں پہنچی... اب تم پہنچو۔" محمود نے طنزیہ کہا اور دوڑنے لگا۔

"تب بھی میں تم سے پہلے پہنچوں گی۔" یہ کہہ کر وہ ان کی طرف دوڑنے لگی...

پھر تینوں قریباً ایک ساتھ ان تک پہنچے... البتہ فرزانہ کے ایک پاؤں میں جوتا تھا، دوسرے میں نہیں تھا۔ لیکن ان حالات میں وہ جوتے کی طرف کیا خاک دھیان دیتے... وہاں ایک انسان کی زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔

بوڑھے کو گھیرنے والے اب حیرت سے منہ پھاڑے ان کی طرف یوں دیکھ رہے تھے جیسے وہ اس دنیا کی بجائے کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں۔

اور وقت صبح 4 بجے کا تھا... گھر سے صبح کی سیر کرنے آج وہ اس طرف نکل آئے تھے۔ اس طرف شہر سے باہر دریا بہتا تھا اور لوگ دریا کے کنارے سیر کرنے کے لیے اس طرف آجاتے تھے... لیکن 4 بجے نہیں... سیر کرنے والے کبھی پانچ بجے آنا شروع ہوتے

تھے... ملگجے سے اندھیرے میں انہوں نے چار آدمیوں کو ایک بوڑھے کی طرف دوڑتے اور پھر اسے گھیرتے دیکھا تو وہ دخل اندازی کر بیٹھے... اب بوڑھا ان چاروں کے درمیان کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا... اور وہ انہیں آنکھیں پھاڑے تک رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"تت... تم... تم اتنے سویرے سیر کے لیے کیسے آگئے؟" چار میں سے ایک نے کہا۔

"کیا حکومت نے سیر کا وقت بھی مقرر کر رکھا ہے... اور جو اس کی خلاف ورزی کرے، اس کے لیے موت کی سزا مقرر کر رکھی ہے... اور تم اس غریب بوڑھے کو موت کی سزا دے رہے ہو... لیکن بھئی موت کی سزا دینے کا یہ کون سا طریقہ ہے۔"

"مم... میں... میں غریب نہیں ہوں... تمہیں بہت سی دولت دے سکتا ہوں... اگر تم انہیں مجھ سے بچا لو۔" بوڑھا بول اٹھا۔

"اگر ہم نے آپ سے انہیں بچا لیا تو رقم پھر انہیں دینا ہوگی.. آپ رقم دینے سے بال بال بچ جائیں گے۔"

"بال بال کیا... اوہ ہاں یاد آگیا۔" بوڑھا چونکا۔

"کیا یاد آگیا۔"

"جو لوگ عام طور پر قرض لیتے رہتے ہیں... وہ یہ جملہ کہا کرتے ہیں... جی میرا تو بال بال قرض میں جکڑا ہوا ہے۔"

"وہ اور ہے... یہ اور... لیکن آپ اس چکر میں نہ پڑیں...

پہلے ہمیں ان سے بات کرنے دیں... ہاں تو دوستو... تم ان مال دار صاحب کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہو... کیا تم نہیں جانتے، ہمارے ملک میں قتل کی سزا کیا ہے۔"

"سزا دے گا کون.. ہم یہ کام منہ اندھیرے کر رہے ہیں۔"

"منہ اندھیرے... کیا مطلب... کیا منہ اندھیرے قتل کرنے کی ہماری حکومت نے اجازت دے رکھی ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو نہیں... تم عقل سے پیدل لگتے ہو۔"

"ہم دونوں تو خیر عقل سے پیدل ہیں... لیکن یہ ہماری بہن ایک پاؤں سے پیدل ہے، دوسرے سے نہیں۔" محمود ہنسا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا... ساتھ ہی اس نے اپنے پاؤں کی طرف دیکھا... پھر زور سے اچھلی۔

"ارے باپ رے... ایک عدد سانپ ہماری طرف بڑھا چلا آ رہا ہے اور میرا ایک پاؤں ننگا ہے۔"

"کیا؟؟؟" وہ بری طرح چلائے۔

"حد ہو گئی... پاؤں میرا ننگا ہے... اور چیخ تم رہے ہو۔"

"اوہو... سانپ پنڈلی پر بھی ڈس سکتا ہے... صرف پیروں پر نہیں ڈستا۔"

"تت نہیں..." فرزانہ نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"کیوں... کیا بات ہے۔" محمود کے لہجے میں تھی۔

"مم... مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔"

"کون سی بات۔" فاروق بول اٹھا۔

"یہ کہ سانپ پنڈلی پر بھی ڈس سکتا ہے۔"

"میرا مذاق اڑا رہی ہو۔" محمود نے آنکھیں نکالیں۔

"میں سانپ کی بات کر رہی ہوں... مذاق کی نہیں۔" فرزانہ نے جل کر کہا.. پھر اس سانپ کا نشانہ لے کر ایک فائر کر دیا.. اس سر غائب ہو گیا۔

یہ دیکھ کر چاروں غنڈے دھک سے رہ گئے۔

"یہ... یہ اتنا پختہ نشانہ لگانا تم نے کس سے سیکھا۔"

"اپنے ابا جان سے... اگر تم بھی سیکھنا چاہو تو جیل میں آ کر سکھا دیا کریں گے... لیکن فیس ذرا تگڑی ہو گی۔"

"جیل میں؟"

"بھئی کیا اب تم یہاں سے جیل نہیں جاؤ گے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کس بے وقوف نے کہہ دیا تم سے۔"

"میں نے خود اپنے آپ سے کہہ دیا بس۔" فاروق نے منہ بنایا۔

محمود اور فرزانہ ہنس پڑے۔

"اب اصل بات ہو جائے... تم اس غریب... مم... میرا مطلب ہے... امیر بوڑھے کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑے ہو۔"

"نن نہیں تو... آج تو ابھی تک ہم نے ہاتھ دھوئے ہی نہیں... ہاں اس کے خون سے ہاتھ رنگ کر دھوئیں گے... اسی لیے تو اس کام کے لیے دریا کا کنارا چنا ہے ہم نے... ساتھ ہی لاش ٹھکانے لگانے میں آسانی رہے گی... بس چاقوؤں کے وار کیے اور جسم کو دریا میں پھینک دیا۔"

"بھئی واہ... بہت آسان طریقہ سوچا ہے تم نے... لیکن لوگ تو یہاں پانچ بجے سے پہلے سیر کے لیے آتے نہیں... اے امیر بوڑھے آپ کیسے نکل آئے۔"

"میں نے ساڑھے چار بجے کا الارم لگا رکھا ہے گھر میں... الارم سنتے ہی میں اٹھتا ہوں اور سیر کے لیے نکل جاتا ہوں... آج بھی یہی ہوا... لیکن شاید کسی نے کلاک پر الارم کا وقت ادھر ادھر کر دیا، اس طرح میں ساڑھے چار کے بجائے ساڑھے تین بجے اٹھا اور گھر سے نکل آیا... اندھیرا محسوس ہوا تھا... لیکن میں نے خیال کیا... آج آسمان پر ابر ہے... اس لیے اندھیرا محسوس ہو رہا ہے... یہاں پہنچا تو یہ نہ جانے کہاں سے نکل آئے۔"

"کیوں بھئی... تم کہاں سے نکل آئے۔"

"اپنے گھروں سے۔" ایک نے فوراً کہا۔

"جواب نہایت معقول ہے... اچھا اب کیا پروگرام ہے... ہمارے پاس پستول تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

"ہاں! اور تمہارا نشانہ بھی... لیکن ہم بھی کم ماہر چاقو باز

نہیں ہیں... جب تک تم ہم پر فائر کرو گے... ہم چاقو تمہاری طرف پھینک دیں گے... ہمارے پاس چار چاقو ہیں... اور تمہارے پاس ایک پستول ہے۔"

"اوہ... ہاں... یہ تو ہے... فاروق... ذرا گھر سے دو پستول اور لانا۔" محمود بولا۔

"اچھا... ہائیں کیا کہا... گھر جا کر... کیوں... جیبوں سے کیوں نہ نکال لیں۔"

"حد ہو گئی... میں تو بھول ہی گیا... کہ تمہاری جیب میں بھی پستول موجود ہے... ذرا انہیں نکال کر دکھا دو۔"

"اوہ اچھا... لل... لیکن بھئی... یہ ڈر جائیں گے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

اتنے میں فرزانہ اپنا پستول نکال چکی تھی... فاروق نے یہ دیکھ کر دیر نہ لگائی... اب تین پستول ان کی طرف اٹھ گئے...

"اب کیا خیال ہے۔"

"ہم چار ہیں... تم تین... ہم تینوں پر فائر کرو گے... ہم میں سے تین گریں گے... جب کہ چوتھے کا چاقو تم میں سے ایک کو ضرور لے بیٹھے گا۔"

"لے بیٹھے گا کیوں... لے کھڑا کیوں نہیں ہو گا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"فاروق یہ ان باتوں کا وقت نہیں۔"

"میں بھول گا تھا... اب یاد رکھوں گا... ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"جو تم کہہ رہے تھے... اسی کا تو وقت نہیں۔" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

"اچھی بات ہے... جس کا وقت ہے... تم وہ بات شروع کرو۔"

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا... ان کے ارادے نیک نہیں۔" محمود نے کہا اور ایک ساتھ چار فائر کر دیے۔

چار چیخیں ابھریں... چاقو ان کے ہاتھوں سے نکل گئے اور وہ اپنے ہاتھ پکڑ کر بیٹھتے چلے گئے۔

"چاقو تو ہمیں نہیں لے بیٹھا... میرے پستول کی گولیاں ضرور تم چاروں کو لے بیٹھیں... دیکھ لو... اس وقت تم چاروں بیٹھے نظر آرہے ہو۔"

ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا... ادھر بوڑھا حیرت زدہ نظر آرہا تھا...

"ایک لاکھ روپے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"کک... کیا مطلب... اب ہم آپ کو اس کام کے ایک لاکھ روپے بھی دیں۔" فاروق دھک سے رہ گیا۔

"نن نہیں... مم... میں دوں گا... تم لوگوں کو ایک ایک لاکھ روپے... اور اگر۔" وہ کہتا کہتا رک گیا۔

"اور اگر کیا... مہربان بوڑھے صاحب۔" محمود نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اور اگر تم میرے ہاں ملازمت کرنا پسند کرو... تو دس دس ہزار روپے ماہوار تنخواہ دوں گا۔"

"یہ ذرا کم ہے..."

"بیس بیس ہزار... میرے پاس دولت کی کمی نہیں۔"

"تب پھر آپ نے اس دولت سے آج تک کیا کیا اصلاحی کام کیے؟" محمود نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کا کہنا ہے... آپ کے پاس دولت بے تحاشا ہے... کیا آپ نے اس سے کوئی ہسپتال بنوایا۔"

"نن نہیں... ہسپتال تو نہیں بنوایا۔"

"کوئی مسجد بنوائی۔"

"نن نہیں... مسجد تو نہیں بنوائی۔"

"غریب بچوں کے لیے مفت تعلیم کا کوئی سکول کھلوایا۔"

"نن نہیں... بالکل نہیں۔"

"غریبوں کی مدد کے لیے کیا کیا اقدام کیے۔"

"اقدام؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"غریبوں کی مدد کے لیے کون سے قدم اٹھائے۔"

"میں پیدل نہیں چلتا... میرے پاس کئی کاریں ہیں۔"

"تب پھر سیر کے لیے پیدل کیوں آئے تھے آپ۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ڈاکٹر کی ہدایت یہی ہے.. سیر کم از کم پیدل کی جائے گی۔"

"اوہ اچھا خیر ... ہائیں ... بات کیا پوچھی تھی ... اور جواب کیا ملا ... اسے کہتے ہیں سوال چنا ... جواب گھوڑا۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"توبہ ہے تم سے.. محاورے کی مٹی پلید کر کے رکھ دی۔"

"مجھے تو یہی آج پتا چلا ہے ... کہ محاورے کی مٹی بھی ہوتی ہے۔"

"میں نے پوچھا تھا... آپ نے غریبوں کے لیے کیا کیا۔"

"کچھ نہیں کیا۔"

"تب پھر آج ایک لاکھ کس طرح دیں گے۔"

"وہ تو میں آپ لوگوں کو انعام دوں گا... آپ نے میری جان بچائی۔"

"اور اسی خوشی میں بیس بیس ہزار ماہوار کی ملازمت دیں گے۔"

"ہمب... بالکل دوں گا۔"

"آپ فوراً گھر کی طرف چل پڑیں ... کہیں ان کا چاچھا ساتھی نہ ادھر آجائے۔"

"چاچھا کیا؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"رہا سہا۔" فاروق بولا۔

"آپ کی اردو کافی کمزور ہے۔"

"ہاں! یہ بات میرے ایک اردو دان دوست نے بھی بتائی تھی۔"

"لیکن ہم اردو دان نہیں ہیں ... آپ کو خوش فہمی ہوئی ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"خوش فہمی.. ہاں ہاں.. خوش تو میں بہت ہوں اس وقت۔"

"اور فہمی کہاں جائے گی۔"

"کون ... میرے گھر میں میرے کسی بچے کا نام فہمی نہیں ہے۔"

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔" فاروق بولا۔

"یار فاروق... ہم بے معنی باتوں میں الجھ گئے ... سیر کا وقت نکل گیا... اب واپسی کی سوچو۔" محمود نے جل کر کہا۔

"اور ان کے بارے میں کیا سوچیں گے۔"

"ہمیں کیا ضرورت ہے ... ان کے بارے میں کچھ سوچنے کی ... یہ اپنے بارے میں خود ہی سوچ لیں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی... اگر انہیں جیل نہیں بھجوائیں گے ... تو یہ پھر ان پر حملہ کریں گے ... اور ہم ہر روز اس طرف آتے نہیں۔"

"کیا..." بوڑھا مارے خوف کے بولا۔

"آپ کس بات پر خوف زدہ ہیں۔"

"اس بات پر کہ آپ لوگ روز اس طرف نہیں آتے۔"

"اوہو... تو آپ کو اب آنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ہاں واقعی... میں اب اس طرف کیا... کسی طرف بھی سیر کے لیے نہیں جاؤں گا... ڈاکٹر گیا بھاڑ میں۔"

"اس بے چارے کیا قصور کہ آپ اس بے چارے کو بھاڑ کی سزا سنا رہے ہیں۔"

"میں کوئی جج نہیں ہوں..." بوڑھے نے آنکھیں نکالیں۔

"یہ اور اچھا ہے۔" فاروق نے سر ہلایا۔

"کیا اور اچھا ہے۔"

"یہ کہ آپ جج نہیں ہیں... اگر کہیں آپ جج ہوتے تو..." فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

"جج ہوتے تو کیا؟" بوڑھے نے چونک کر پوچھا۔

"پتا نہیں کیا ہوتا اس صورت میں... میں اندازہ نہیں لگا سکتا۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"میں پولیس کو فون کر دیتا ہوں... وہ آ کر ان غنڈوں کو لے جائیں گے اور آپ کا بیان آپ کی کوٹھی میں لے لیں گے... یہاں رکنا مناسب نہیں۔"

"بالکل ٹھیک... چلئے پھر... لیکن..."

"اب آپ یہ لیکن کہاں سے لے آئے۔"

"لیکن آپ لوگ مجھے گھر تک پہنچائیں گے اور اپنا ایک ایک

لاکھ وصول کریں گے... ہاں ملازمت کا کیا سوچا ہے۔"

"اپنے ابا جان سے بات کریں گے... ان کی اجازت کے بغیر تو ہم ایک ایک لاکھ کی ملازمت بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہاں! یہ مناسب رہے گا... ایک ایک لاکھ تو خیر میں دے بھی نہیں سکتا۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ابھی آپ کہہ رہے تھے، آپ کے پاس بے تحاشا دولت ہے۔"

"بے تحاشا دولت ہے... لیکن ایک ایک لاکھ روپے ماہوار پر ملازم رکھنا ذرا مشکل کام ہے۔"

"اچھی بات ہے، پہلے گھر چلیں... پھر آپ کو جو کام آسان معلوم ہو... وہ کر لیجیے گا۔"

"شکریہ شکریہ۔"

ایسے میں محمود کے منہ سے چیخ نکل گئی... وہ چونک کر مڑے اور دھک سے رہ گئے... ایک درخت کے پیچھے سے نکل کر کوئی ان کی طرف چلا آ رہا تھا...

☆...☆...☆

چلیے پھر

"الو کے پٹھو... مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی... اور اسی لیے میں تم لوگوں کی نگرانی کرنے کے لیے تمہارے پیچھے یہاں آگیا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ تم چھوٹے چھوٹے بچوں سے مار کھا گئے، اگر کسی بڑے سے مقابلہ ہو جاتا تو تم کیا کرتے... مجھے افسوس ہے... میں تمہیں اتنی بڑی بڑی تنخواہیں ایک مدت سے دے رہا ہوں... تم سے بہتر تو یہ بچے رہے... اور میں سوچ رہا ہوں... تمہاری جگہ انہیں کیوں نہ ملازم رکھ لوں۔"

درخت کے پیچھے سے نکل کر آنے والا یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا... وہ مکمل طور پر سیاہ لباس میں چھپا ہوا تھا... سیاہ لباس میں آنکھوں کی جگہ جو سوراخ بنائے گئے تھے... ان سوراخوں پر بھی جالی لگی ہوئی تھی... تاکہ کوئی اس کی آنکھوں کی رنگت وغیرہ بھی نہ دیکھ سکے... اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پستول تھا، جس کا رخ ان تینوں کی طرف تھا۔

"یہ ممکن نہیں ہے جناب سیاہ پوش صاحب۔" فاروق نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا ممکن نہیں ہے... مجھ سے ذرا سیدھی طرح بات کرنا۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"ہم آپ کی ملازمت نہیں کر سکتے۔"

"چاہے کتنی بڑی تنخواہ ہی کیوں نہ دی جائے۔"

"بالکل۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"میں نے تو مثال کے طور ایک بات کہی تھی... ورنہ میں اور تم جیسے بچوں کو ملازمت میں رکھوں گا... میرا دماغ نہیں چل گیا ہے۔"

"اچھی بات ہے... تو پھر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں... اور آپ اس غریب.. میرا مطلب ہے... اس امیر بوڑھے کو کیوں ہلاک کرانا چاہتے ہیں... وہ بھی اپنے ان ناکارہ الو کے پٹھوں سے۔"

"یہ ہمارا پیشہ ہے... کوئی تم لوگوں کی موت کی قیمت ہمیں دے دے تو پھر تمہارا بھی پتا صاف کر دیں گے۔"

"اب سمجھے... تم لوگ پیشہ ور قاتل ہو۔"

"ہاں! قانون ہمیں یہی نام دیتا ہے... لیکن ہم نے اپنا نام کچھ اور رکھا ہوا ہے۔"

"اور وہ کیا۔"

"ہم خدائی خدمت گار ہیں۔"

"یہ نام درست نہیں... تم لوگ خدائی تو کسی طرح نہیں ہو سکتے... ہاں اجرتی خدمت گار ہو سکتے ہو... لیکن ہمیں اس سے کیا،

"اب کیا پروگرام ہے... یہ بتاؤ۔"

"ہم اس سیٹھ کے پیسے لے چکے... اب اسے ہلاک تو کرنا ہوگا... ورنہ وہ ہم سے جھگڑے گا... اپنے پیسے واپس مانگے گا... اور وہ ہم نہیں دے سکیں گے۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ پہلے ہی حصے کر کے اس کا بڑا حصہ اڑا چکے ہیں۔"

"حد ہو گئی... اول تو تم لوگوں کا پیشہ ہی انتہائی گھناؤنا ہے... دوسرے طریقہ اس سے بھی برا... تم لوگ اس کام سے توبہ کیوں نہیں کر لیتے... توبہ کر کے سیدھے جیل کا رخ کر لو... اور آرام اور سکون کی زندگی جیل میں گزارو... پھر اطمینان سے پھانسی کے تختے پر چڑھ جاؤ۔"

"تم لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا۔" وہ بھنا کر بولا۔

"ہمارا نہیں... تمہارا چلنے والا ہے۔"

"میں تم لوگوں کو بھی اس بوڑھے کے ساتھ ڈھیر کر رہا ہوں... نہ ہوگا بانس، نہ بجے گی بانسری۔"

"ارے باپ رے... بڑے میاں آپ تو لیٹ جائیں۔" فاروق نے بوڑھے کی طرف دیکھا۔

"بڑے میاں... کون بڑے میاں۔" بوڑھا حیران ہو کر بولا۔

"اس وقت یہاں آپکے علاوہ کوئی بڑے میاں نہیں ہے۔"

"مم... میں لیٹ جاؤں... کک... کیوں۔"

"حد ہو گئی... ارے میاں... یہ صاحب گولی چلانے کا شوق فرمانے والے ہیں... اگر آپ کو گولی کھانے کا شوق نہیں چرایا... تو آپ لیٹ جائیں۔"

"حد ہو گئی... سیدھے سادے جملے بھی کس کس طرح ادا کرتے ہو۔" فرزانہ تلملا اٹھی۔

"جب جملوں نے برا نہیں منایا... تو تم کون ہوتی ہو برا منانے والی۔"

"اب تم سے کون مغز مارے۔"

عین اس وقت انہوں نے سیاہ پوش کو نشانہ لیتے دیکھا... وہ بھی بوڑھے کا... محمود کے ہاتھ میں پستول تو موجود تھا ہی... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... وہ اس کے سر پر کھینچ مارا... پستول تیر کی طرح گیا اور اس کی پیشانی پر لگا... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی... اس کی چیخ کی آواز سن کر اس کے ساتھی گویا یک دم ہوش میں آ گئے۔

"کک... کیا... کیا ہوا... یہ کس کی آواز تھی۔"

"الو کے پٹھے... یہ میری آواز تھی... تم ان کا قیمہ بنا دو... ورنہ ملازمت سے خود کو فارغ سمجھو۔"

"آپ... آپ ان کے قیمے کا کیا کریں گے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تمہیں اس سے کیا... بس تم بتادو۔"

"اچھا باس... آپ بھی کیا یاد کریں گے... پہلے تو ہم بے خبری میں مارے گئے تھے۔"

"اور اب خبری میں مارے جائیں گے۔" فاروق بولا۔

"حد ہوگئی... دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

ایک بار پھر وہ ان کے سامنے کھڑے نظر آئے اور مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار... غالباً وہ باس کو دیکھ کر جوش میں آگئے تھے۔

"ہم اب تک نرمی کرتے رہے ہیں... اب سختی کرنا ہوگی.. کیونکہ تم لوگ باز نہیں آرہے۔" محمود نے گویا دھمکی دی۔

"ارے تو کرو نا سختی... اب ہم بھی تمہیں دیکھ لیں گے۔"

"ہائیں... اتنی دیر سے اب تک آپ نے دیکھا نہیں ہے۔" فاروق بولا۔

"تم ادھر ادھر کی باتیں کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔"

"رہنے کو رہ سکتا ہوں... کیوں نہیں رہ سکتا۔"

ایسے میں ان چاروں نے ایک ساتھ ان پر چھلانگیں لگادیں، وہ بھڑک کر ادھر ادھر ہوگئے... ادھر بوڑھا زمین پر لیٹ گیا تھا اور تھر تھر کانپ رہا تھا... اسی وقت محمود نے سیاہ پوش کو اس کی طرف بڑھتے دیکھا... اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا... چہرہ خون آلود

ہوجانے کی وجہ سے حد درجے خوفناک لگ رہا تھا... اور اس کے ارادے خطرناک تھے... محمود انہیں بھول کر... اس کی طرف دوڑا اور بری طرح اس سے ٹکرا گیا... سیاہ پوش اوندھے منہ گرا... محمود پلٹا اور دوڑ کر اس کے سر پر ایک ٹھوکر رسید کردی... اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی... اس نے ساتھ ہی دوسری ٹھوکر رسید کردی.. جب اس نے دیکھا کہ وہ ساکت ہوگیا ہے تو ان چاروں کی طرف پلٹا، ان سے فاروق اور فرزانہ بری طرح بھڑے ہوئے تھے اور تابڑ توڑ وار ہورہے تھے... محمود نے ان کی کمر کی طرف سے ان پر وار کیے... پہلا اوندھے منہ گرا... دوسرے کے سر پر ٹھوکر لگی تو وہ لڑکھڑاتا ہوا فاروق کی طرف گیا... فاروق نے فوراً اس کی پیشانی پر ٹھوکر رسید کردی... وہ کسی بھینسے کی طرح ڈکرایا اور اوندھے منہ گر گیا...

اتنی دیر میں فرزانہ تیسرے کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے اوسان خطا کیے دے رہی تھی... سامنے سے محمود نے اس پر وار کردیا... اس کے منہ پر زوردار مکا کیا لگا کہ منہ سے خون نکلتا نظر آیا۔

چوتھا یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو کر لگا بھاگنے... فاروق نے اس کی طرف دوڑ لگادی... اور اس کی ٹانگوں میں ٹانگ اڑادی... وہ دھڑام سے گرا اور اس کا منہ زور سے زمین پر لگا... پھر وہ نہ ہل سکا... اب جو وہ سیاہ پوش کی طرف مڑے تو وہ غائب تھا۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے... اور بوڑھا ابھی تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"کیا آپ ابھی تک تھکے نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"تک... کس بات سے؟" اس نے پوچھا۔

"تھر تھر کانپنے سے۔"

"اوہ... اوہ... وہ... مم... میں۔" وہ ہکلایا۔

"ٹھیک ہے... میں سمجھ گیا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا سمجھ گئے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"یہ بے چارے کچھ کہنے کے قابل نہیں ہیں... فوراً انکل اکرام کو فون کرو... تاکہ ہم انہیں یہاں سے لے چلیں... کہیں یہ پھر ہوش میں آگئے تو کیا ہوگا۔"

"ہوگا کیا... ایک بار پھر لڑائی بھڑائی ہوگی۔"

"اوہو... ان بڑے میاں کے چوٹ لگ سکتی ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے... آؤ پھر چلیں۔"

محمود نے کہا اور موبائل پر اکرام کو اطلاع دی... فون بند کر کے محمود نے کہا:

"بڑے میاں! آپ کا گھر کہاں ہے۔"

"آفتاب کالونی۔"

"حد ہو گئی... آپ کی اپنی رہائش کہاں ہے۔"

"بتایا تو ہے... آفتاب کالونی۔"

"کیا کہہ رہے ہیں... آفتاب کالونی... صرف اور صرف آفتاب خان دان کی ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"تو میں نے کب کہا... وہ آفتاب خان دان کی نہیں ہے۔"

"کیا مطلب... آپ کا نام کیا ہے۔"

"سیٹھ آفتاب۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ بولے۔

پھر ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی... اس لیے کہ شہر میں سیٹھ آفتاب بہت مشہور تھے... ان کی دولت کے بہت چرچے تھے.. اور وہ پوری کالونی واقعی صرف ان کے خان دان کی کالونی تھی... وہاں ان کے بیٹے... بیٹیاں... پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں رہتے تھے...

"کیا آپ واقعی سیٹھ آفتاب ہیں۔"

"ہاں! اس میں شک نہیں۔" وہ بولے۔

"اور آپ سیر کرنے اکیلے نکل آئے... آپ کا حفاظتی دستہ کہاں ہے۔"

"کون سا حفاظتی دستہ... میں نے کوئی حفاظتی دستہ نہیں رکھا ہوا۔"

"یہ جان کر بہت حیرت ہوئی... تمام دولت مند لوگ باڈی گارڈوں کے بغیر گھر سے نہیں نکلتے۔"

"میں نے ایسا کوئی روگ نہیں پال رکھا..."

"تب پھر وہ کون لوگ ہیں... جو آپ کی جان کے دشمن ہیں۔"

"یہ بات مجھے آج ہی معلوم ہوئی ہے... کہ کوئی میری جان لینا چاہتا ہے... اور اس سے بڑھ کر میرے لیے حیرت کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں... وجہ۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بہت زیادہ دولت مند لوگوں کے لیے ایک مسئلہ ہوتا ہے... یہ کہ اس کے عزیز رشتے دار اس کی موت کے خواہش مند ہوتے ہیں... وہ سوچنے لگتے ہیں... کہ کب یہ مرے اور کب ہمیں وراثت میں سے حصہ ملے... لیکن میں نے یہ جھگڑا پہلے ہی ختم کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں نے اپنی تمام دولت اپنی تمام اولاد میں قرآن و سنت کے مطابق تقسیم کر دی ہے... اور اپنے لیے بس اتنے سے پیسے بنک میں رکھ لیے ہیں کہ مرتے وقت ان میں سے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے... اور وہ رقم بھی کوئی تین چار لاکھ روپے ہو گی... فرض کیا... وہ تین لاکھ ختم ہو جاتے ہیں اور میری موت نہیں آتی... تب بھی کوئی بات نہیں... میں نے اپنے لیے زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بچا لیا ہے... وہ کرائے پر دے رکھا ہے... جب تک میں زندہ رہوں گا... مجھے اس کا کرایہ ملتا رہے گا... میرے مرنے کے بعد اس جگہ پر مسجد بنائی جائے گی... مسجد کی تعمیر کے لیے میں نے ایک عالم دین کے پاس بطور امانت رقم جمع کرا دی ہے... لہٰذا میرا

کوئی رشتے دار اس زمین کے لالچ میں بھی میری موت کا خواہش مند نہیں ہو سکتا... دو تین لاکھ ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں... میں نے تو انہیں بے تحاشا دولت دی ہے... وہ سب مجھ سے خوش ہیں... انہیں مجھ سے کوئی رنج نہیں... کوئی شکایت نہیں... ان حالات میں بھلا میں کیا کروں گا باڈی گارڈز رکھ کر۔"

"تب تو پھر یہ اور زیادہ حیرت کی بات ہو گئی۔" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

"وہ کیسے؟"

"اس طرح کہ... ان حالات میں وہ کون ہے... جو آپ کو ختم کرنا چاہتا ہے... اسے آپ کی موت سے بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔"

"کوئی نہیں... ایسا دور دور تک کوئی آدمی نہیں ہے۔"

"لیکن... آپ خود آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں... کرائے کے قاتل آپ کو ختم کرنے نکلے تھے... لیکن خدا کو آپ کی زندگی منظور تھی... سو آپ بچ گئے... مطلب یہ کہ کوئی نہ کوئی آدمی ایسا ہے ضرور... جو آپ کا دشمن ہے... اور یہ معاملہ دولت کا نہیں ہے... تو پھر لازمی طور پر یہ انتقام کا معاملہ ہے... آپ ذہن دوڑائیں... آپ نے کسی سے کوئی زیادتی کی ہو... کسی پر اتفاق سے، یا انجانے میں کوئی ظلم ہو گیا ہو۔"

"نہیں! میں دوسروں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھتا

ہوں۔"

"اف مالک! ان تمام حالات کے باوجود کوئی آپ کو ہلاک کرانا چاہتا ہے... آپ غور کریں... سوچیں... اگر آپ ہی نہ جان سکے... تو پھر وہ پھر وار کرے گا... اور اس کا دوسرا وار پہلے کی نسبت مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"آپ... آپ تو مجھے ڈرائے دے رہے ہیں۔" سیٹھ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔"

"تب پھر... اب کیا کیا جائے۔"

"کیا آپ ہمیں اپنے گھر لے جا سکتے ہیں۔"

"گھر... ہاں کیوں نہیں... یہ کیا مشکل ہے... لیکن آپ کیوں جانا چاہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے... اب ہمیں پہلے تعارف کرانا چاہیے... ہم محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"کک... کیا مطلب... وہ... انسپکٹر جمشید کے بچے۔"

"ہاں وہی۔"

"ارے... آپ لوگ وہ ہیں۔" وہ چلا اٹھے۔

"خدا کا شکر ہے... آپ نے یہ نہیں کہا... آپ بڑے وہ ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"اب میں سمجھا... آپ اتنی شوخ باتیں کیوں کر رہے تھے۔"

"چلیے خدا کا شکر ہے... آپ سمجھے تو... ہم جاننا چاہتے ہیں.. آپ سے دشمنی کس شخص کی ہے... اس کا سراغ لگانے کے لیے ہم بری طرح بے چین ہیں۔"

"ٹھیک ہے... میں آپ کو آفتاب کالونی لے چلتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

پھر وہ وہاں سے پیدل شہری حدود تک آئے، وہاں ایک جگہ سیٹھ آفتاب نے اپنی کار کھڑی کی تھی... اب وہ اس پر بیٹھ گئے اور روانہ ہوئے... جلد ہی ان کی کار آفتاب کالونی میں داخل ہو رہی تھی، لیکن وہاں ابھی سب سوئے پڑے تھے... کہیں بھی زندگی کے آثار نظر نہ آئے۔

"شاید آپ کی تمام اولاد دیر تک سونے کی عادی ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے... بس میں صبح کی سیر کے لیے اٹھتا ہوں، وہ بھی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق۔"

"اور نماز کے لیے؟"

"نماز کے لیے۔" انہوں نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں، یہ کیا سوال ہوا... پھر چونک کر بولا:

"یہ سب... صبح کی نماز دیر سے پڑھتے ہیں۔"

"خوب... تب ہم یہاں غلط وقت پر آ گئے... ہمیں اجازت دیں... ہم دن میں کسی وقت آئیں گے... کیونکہ آپ کس کس جگائیں گے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"بس تو پھر آپ ہمیں یہیں اتار دیں۔"

"نہیں... میں اپنی کار میں آپ کو گھر تک چھوڑ کر آؤں گا.. آخر آپ نے میر جان بچائی ہے... مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے۔"

"شکریہ... اس کی ضرورت نہیں... ہم چلے جائیں گے۔"

"نہیں... اس کی ضرورت ہے... میں چھوڑ کر آؤں گا۔"

"اچھی بات ہے... چلیے پھر۔"

وہ واپس مڑے ہی تھے کہ ایک آواز نے انہیں بریک لگانے پر مجبور کر دیا...

☆...☆...☆

کیا کہا

"سیٹھ صاحب! آپ آخر میرا حق کب مجھے دیں گے... کیا میں انتقامی کارروائی پر اتر آؤں۔"

انہوں نے دیکھا... کار کے سامنے ایک نوجوان کھڑا تھا، اس پر نظر پڑتے ہی سیٹھ آفتاب کا منہ بن گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے... ہٹ جاؤ ایک طرف... اگر گاڑی کے نیچے آگئے ہوتے تو میں تو مارا گیا تھا مفت میں... لوگ کہتے، میں نے جان بوجھ کر تمہیں ہلاک کیا ہے۔"

"وہ تو آپ کر ہی چکے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"اس کی باتوں کی طرف دھیان دینے کی ضرورت نہیں... یہ بہت فضول آدمی ہے۔"

"یہ صاحب ہیں کون؟"

"یہ ذکی... ذکی آوارہ۔"

"جی... کیا فرمایا... ذکی آوارہ۔"

"ہاں! یہ آوارہ ہے... آوارہ لڑکوں کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے... اور لوگوں میں مشہور کرتا ہے کہ میں نے اس کا حق مار رکھا ہے..."

"اس میں شک نہیں سیٹھ صاحب... میری ماں آپ کے ہاں ملازمہ تھی یا نہیں۔"

"بالکل تھی... لیکن وہ بے چاری تو کب کی مر گئی۔"

"ہاں! لیکن... آپ نے اس کی دولت پر قبضہ کر لیا تھا... وہ میری دولت تھی... آپ مجھے وہ لوٹا دیں۔"

"ہاہا... آپ لوگوں نے سنا... سیٹھ آفتاب نے اس نوجوان آوارہ کی ماں کی دولت پر قبضہ کر لیا تھا... جو سیٹھ آفتاب کے گھر ملازمت کرتی تھی.. ان کے کپڑے دھوتی تھی... ان کے گھر کی صفائی کرتی تھی... اور سیٹھ آفتاب نے اس کی دولت پر قبضہ کر لیا تھا... ہے کوئی تک۔"

"تک تو واقعی دور دور تک نظر نہیں آتی۔" فاروق نے دور دور تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"حد ہو گئی... اس میں دور دور تک دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تو نزدیک آکر بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔"

"یہ... یہ... آپ کون لوگ ہیں۔" لڑکے کے منہ سے نکلا۔

"ہم محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"ہاں یاد آیا۔" وہ چونک کر بولے۔

"چلیے شکریہ... آپ کو یاد تو آیا... انہیں بتا دیں پھر

"یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں... انسپکٹر جمشید کے

"اوہ اوہ... اب آپ انہیں اپنی مدد کے لیے لے آئے۔ خیر کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا۔"

"کیا دیکھا جائے گا۔"

"میں اپنا حق لے کر رہوں گا۔"

"آخر وہ حق ہے کیا۔"

"اس کا دماغ خراب ہے... یہ پاگل ہے... کیا آپ ایسا سوچ سکتے ہیں... کہ میں نے اتنے بڑے دولت مند نے کسی غریب عورت کا حق مارا ہو۔"

"دنیا میں ایسا ہوتا تو ہے..." فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"حد ہو گئی... آپ بھی اس کا ساتھ دے رہی ہیں۔" وہ جھلا کر اس کی طرف مڑے۔

"جی نہیں... میں نے صرف یہ کہا ہے کہ دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔"

"لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا... یہ اس کا الزام ہے... بہتان ہے۔"

"تب آپ اسے عدالت میں چیلنج کیوں نہیں کرتے۔"

"واہ... بہت خوب... یہ کہی انصاف کی بات... لیکن مال دار بوڑھے میں اتنی ہمت کہاں کہ عدالت میں میرا سامنا کر سکے۔"

"نہیں... یہ غلط ہے... یہ خیال ہی پہلی بار سامنے آیا ہے اور میں صبح سے ہی اس پر کام کروں گا... میں آج ہی اپنے وکیل کو بلا رہا ہوں۔"

"نہیں بلائیں گے آپ... یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔"

"اس نوجوان کی باتوں سے سچائی کی بو آ رہی ہے۔" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی... آپ لوگ بھی بدگمان ہو گئے... یہی تو اس کا طریقہ ہے... یہ لوگوں میں مجھے بدنام کر رہا ہے... تاکہ میں تنگ آ کر اسے دس بیس لاکھ روپے دے دوں۔"

"نہیں... میں نے اتنے کبھی طلب نہیں کیے... میں نے حساب لگوایا ہے... میرے آپ کی طرف صرف پانچ لاکھ بنتے ہیں... آپ بس وہ مجھے دے دیں... یا پھر میری زمین واپس کر دیں۔"

"کس پاگل سے پالا پڑا ہے۔"

"آپ ہمیں... مہربانی فرما کر ساری بات بتائیں۔"

"پہلے یہ کالونی اتنی بڑی نہیں تھی... میری کوٹھی تھی... اس کوٹھی کے آس پاس دوسرے گھر تھے... ان گھروں میں ایک گھر میری ملازمہ سلیمہ کا تھا... جوں جوں میری دولت بڑھتی گئی... میں

وہ آس پاس کے مکانات خریدتا چلا گیا... یہاں تک سلیمہ کے مکان کی باری آ گئی... وہ میرے گھر میں ملازمت بھی کرتی تھی... میں نے اس سے کہا کہ وہ بھی اپنا مکان فروخت کر دے... چنانچہ اس نے بھی اپنا مکان فروخت کر دیا۔"

"لیکن یہ جھوٹ ہے... میری ماں نے اپنا مکان فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا... اور مرتے دم تک اس کو فروخت نہیں کیا تھا..."

"میرے پاس رجسٹری کے کاغذات ہیں۔"

"وہ آپ نے دھوکے سے میری ماں سے دستخط لیے تھے... یہ کہہ کر آپ اپنی دولت میں سے ان کے نام بھی کچھ کرنا چاہتے ہیں... اس لیے کہ اس نے ان کی بہت خدمت کی ہے... وہ بے چاری سیدھی سادی... ان پڑھ عورت... اسے کیا پتا تھا کہ دستخط کیوں کرائے جا رہے ہیں... بس اس طرح چپ چپاتے رجسٹری کرا لی گئی اور ادھر میری ماں مر گئی... لیکن مرتے وقت اسے اطمینان تھا کہ اس نے اپنے بیٹے کا گھر فروخت نہیں کیا... میں اس وقت بچہ تھا... ہوش سنبھالا تو ایک دن سیٹھ صاحب نے مجھے بتایا کہ... بیٹا... یہ گھر تمہاری والدہ ان کے ہاتھوں فروخت کر چکی ہے... اس کے پیسے لے چکی ہے... لہٰذا تم اس گھر کو خالی کر دو... میں تمہارے بڑے ہونے کا انتظار کر رہا تھا... اب تم کہیں اور جا کر رہو... یا میری اس کالونی میں ملازمت کر لو... تمہیں کوارٹر ملے گا رہنے کے لیے... لیکن میں اپنا

گھر چھوڑنے پر تیار نہیں تھا... جب کہ میرے گھر سے آگے والا گھر بھی سیٹھ صاحب خرید چکے تھے اور اس تمام جگہ کو آفتاب کالونی بنانے کا پروگرام بھی بنا چکے تھے... میں نے جب نکلنے سے انکار کیا تو انہوں نے پولیس کی مدد سے مجھے میرے گھر سے نکال دیا... یہ ہے کہانی۔"

"لیکن میں نے اسے اس کے گھر سے نہیں... اپنے گھر سے نکالا... اور میں اسے سرونٹ کوارٹر دینے کے لیے بھی تیار تھا۔"

"لیکن میں اپنی ماں کے گھر میں رہنا چاہتا تھا اور جب آپ نے ماں سے مکان خریدنے کی بات کی تھی، اس وقت میں چھوٹا نہیں تھا کہ اس ساری بات کو سمجھ نہ سکتا... ماں نے صاف کہا تھا... یہ مکان میرے بیٹے کا ہے... کچھ ہو جائے، میں اس کو نہیں بیچوں گی... اگر آج میں نے یہ بیچ دیا تو یہ تمام زندگی کہاں بھٹکے گا... اس کے پاس اتنے پیسے کہاں ہیں کہ یہ اپنا مکان بنا لے گا... لہٰذا میں اس مکان کو فروخت نہیں کروں گی... اس نے تو یہ الفاظ کہے تھے... پھر اس نے مکان کب فروخت کر دیا..."

"بعد میں اس کا ارادہ بدل گیا تھا..."

"اور وہ رقم کہاں ہے۔"

"مجھے کیا معلوم... نہ جانے اس نے کہاں رکھی... یا کس کام میں لگائی۔"

"آپ نے اب تک محسوس کر لیا ہو گا کہ انہوں نے واقعی میرا حق مارا ہے۔"

"ابھی ہم نتیجہ نہیں نکال سکتے... لیکن آپ چاہیں تو اس کیس پر کام کر سکتے ہیں۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" سیٹھ آفتاب زور سے اچھلے۔

"آپ کو اس پر اعتراض تو نہیں ہونا چاہیے... اس لیے کہ آپ اس نوجوان سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں یا نہیں۔"

"ہ... بالکل چاہتا ہوں۔" وہ فوراً بولے۔

"تو پھر اس کی یہی صورت ہے... کہ ہم اس کیس پر کام کریں... آپ کے کیس پر پہلے ہی کام کر رہے ہیں... لہٰذا ہم ایک وقت پر دونوں پر کام کریں گے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"آپ کہاں رہتے ہیں۔"

"کرائے کے ایک کمرے میں۔ نیاز کالونی، مکان نمبر 111 میں ایک الگ کمرہ ہے۔" اس نے بتایا۔

محمود نے اس کا پتا نوٹ کر لیا، پھر بولا:

"آپ صبح صبح یہاں کیسے آ گئے۔"

"یہ صاحب اسی وقت تو مل سکتے ہیں... پھر ان کے ملازم مجھ جیسوں کو کہاں کالونی میں گھسنے دیتے ہیں... اس وقت سب سوئے پڑے ہوتے ہیں اور یہ سیر کے لیے جاتے ہیں... لہٰذا میں نے بھی یہی وقت تاڑ رکھا ہے۔"

"گویا آپ اس وقت روز آتے ہیں۔"

"روز تو خیر نہیں... چار پانچ روز بعد ایک چکر ان کی طرف ضرور لگاتا ہوں... یہ سوچ کر شاید ان کے دل میں رحم آجائے۔"

"آپ چاہتے کیا ہیں... اپنے مکان کی قیمت۔"

"نہیں جناب... اپنا مکان۔"

"لیکن وہاں ان کے بچوں کے لیے کوٹھی بن چکی ہے شاید... تو اس جگہ کی اب منہ مانگی قیمت لے لیں۔"

"پانچ لاکھ مقرر کی ہے میں نے... اس سے ایک پیسہ کم نہیں لوں گا... ورنہ اس جگہ پر بنائی گئی کوٹھی گرادیں اور میرا مکان جیسا تھا... ویسا تعمیر کرادیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

انہوں نے سیٹھ صاحب کی طرف دیکھا... وہ کندھے اچکا کر بولے:

"آپ دیکھ چکے... سن چکے... اب آپ ہی فرمائیں... ایک مرلے کے میں پانچ لاکھ کس طرح دے دوں... جب کہ اسی زمانے میں میں نے بیس ہزار روپے اس کی والدہ کو ادا کردیے تھے۔"

"ہرگز نہیں۔"

"بھائی تم اس وقت بہت بچے تھے۔"

"تب پھر بیس ہزار کہاں گئے؟"

"تمہاری ماں کہیں رکھ کر مر گئی... اب اس میں میرا کیا قصور۔"

"خیر.. ہم سمجھ گئے... سیٹھ صاحب... آپ فکر نہ کریں..

ہم اس معاملے کو بھی دیکھ لیں گے... اور میاں ذکی صاحب... آپ بھی بے فکر رہیں... آپ کو آپ کا حق ملے گا... اگر واقعی آپ کا حق مارا گیا ہے۔"

"ایسا ہوا ہی نہیں۔" سیٹھ آفتاب نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے... آپ جائیں اور ہم پر اعتبار کریں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں کہا اور چلا گیا۔

چند منٹ تک وہ خاموش رہے... پھر محمود نے کہا:

"کیا یہ نوجوان اس قابل ہے کہ آپ پر کرائے کے قاتلوں سے حملہ کرا سکے۔"

"نن نہیں... کرائے کے قاتل تو کئی لاکھ روپے ایسے کاموں کے لیتے ہوں گے... اس کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آگئے۔"

"کرائے کا کوئی قاتل اس کا دوست بھی تو ہو سکتا ہے... اور شاید وہ آپ کو ڈرا رہے ہیں... اس طرح۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا... وہ کوئی اور ہے۔"

"ہوں... اب ہم یہاں شام کے وقت آئیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

پھر سیٹھ صاحب انہیں ان کے گھر کے سامنے اتار کر واپس چلے گئے... اب وہ گھر میں داخل ہوئے... انسپکٹر جمشید انہیں

گھورتے نظر آئے۔

"آج اتنی دیر کہاں لگائی۔"

"دو عدد کیسوں سے ملاقات ہو گئی تھی ابا جان۔"

"کیا کہا... یک دُم دو کیسوں سے؟" وہ چونکے۔

"جی نہیں... باری باری... پہلے ایک کیس ملا... ابھی ہم اس کی خیریت پوچھ رہے تھے کہ دوسرا آ ٹپکا۔"

"تفصیل سناؤ۔"

"آپ سیٹھ آفتاب کو جانتے ہیں۔"

"ہاں کیوں... کیا بات ہے؟" وہ چونک اٹھے۔

"وہ صبح کی سیر کے لیے نکلے تھے... ان پر چار غنڈوں نے حملہ کر دیا... ایسے میں ہم سیر کرتے وہاں پہنچے تھے... لہٰذا ہم نے دخل اندازی کر ڈالی... غنڈوں کو ہم نے اکرام کے حوالے کر دیا اور خود یہ فیصلہ کیا کہ سیٹھ آفتاب کے ہاں چل کر معلوم کرنے کی کوشش کی جائے... ان کا دشمن کون ہے... جب ہم ان کی آفتاب کالونی داخل ہوئے تو دوسرے کیس سے ملاقات ہو گئی۔"

"حد ہو گئی... وہاں دوسرا کیس کہاں سے ٹپک پڑا۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا اور وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے... پھر محمود نے ذکی آوارہ کے بارے میں بتایا... انسپکٹر جمشید سن کر دھک سے رہ گئے اور بولے:

"یہ کیس زبردست ہے... پہلے کی نسبت۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہیں دونوں کیسوں پر ایک ہی وقت میں کام کرنا ہو گا... دونوں کا تعلق سیٹھ آفتاب سے ہے... اور یہ بھی ہو سکتا ہے... یہ کیس دو نہ ہوں... ایک ہی ہو... کیا خبر... ذکی آوارہ نے ہی غنڈوں کے ذریعے ان پر حملہ کرایا ہو۔"

"نہیں ابا جان... وہ غریب آدمی ہے... اتنے غنڈوں کو فیس کہاں سے دے سکتا تھا۔"

"ادھار پر بھی غنڈے مل سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"بھئی دیکھو نا... فرض کیا، وہ چند غنڈوں سے سودا کرتا ہے... کہ وہ اس سیٹھ آفتاب کو خوف زدہ کریں... یہاں تک کہ سیٹھ اس کی زمین کی بڑی قیمت دینے پر تیار ہو جائے... تب وہ ان کی فیس ادا کر دے گا۔"

"جی ہاں! ایسا ہو سکتا ہے... لیکن ایسا ہے نہیں۔" محمود نے سرد آہ بھری۔

"کیا مطلب؟"

"نوجوان کہتا ہے... وہ تو اپنی زمین ہی وصول کرے گا... اسے دنیا میں اپنی ماں سے زیادہ کسی چیز سے کوئی محبت نہیں... اس میں کوئی کیا کر سکتا ہے... وہ تو اپنی ماں والا مکان واپس لینا چاہتا ہے.. اسے سیٹھ آفتاب کی دولت سے کوئی غرض نہیں۔"

"تم سمجھے نہیں۔" وہ مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب...؟"

"اسے یوں سمجھو... اگر وہ یہ ظاہر نہ کرے... تو سیٹھ آفتاب تنگ کیسے آئے گا... وہ تو رقم دے کر جان چھڑانا پسند کرے گا... لیکن نوجوان کہتا ہے... نہیں جناب... میں تو اپنی زمین واپس لوں گا... اب سیٹھ صاحب زمین کی رقم بڑھانا شروع کریں گے... بڑھاتے جائیں گے... بڑھاتے جائیں گے... یہاں تک کہ آخر ذکی آوارہ مان جائے گا... اب وہ ان غنڈوں کو بھاری فیس ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔"

"جی ہاں... بالکل۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"لہٰذا تم اس پہلو سے بھی اس کیس پر کام کرو۔"

"مطلب یہ آپ ہمیں اس کیس پر کام کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں کیوں نہیں... میری ضرورت پڑے تو آواز دے لینا۔"

"اچھا... ہم آج شام آفتاب کالونی جا رہے ہیں۔"

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے... شام کے وقت وہ آفتاب کالونی میں داخل ہوئے ہی تھے کہ انہوں نے ذکی آوارہ کی آواز سنی:

"ایک منٹ جناب!"

وہ چونک کر مڑے.. اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔

"اب مجھے سیٹھ آفتاب سے کوئی شکایت نہیں رہی... انہوں نے میرا حق ادا کر دیا ہے... پانچ لاکھ روپے مجھے دے دیے ہیں۔"

"کیا کہا۔"

وہ دھک سے رہ گئے۔

☆...☆...☆

حد ہو گئی

چند لمحے تک وہ ٹکر ٹکر اس کی طرف دیکھتے رہے... پھر محمود نے جل کر کہا:

"کیا مطلب... صبح آپ کیا کہہ رہے تھے۔"

"دراصل شروع سے میرا مطالبہ یہی تھا کہ میں اس زمین کے پیسے ہر گز نہیں لوں گا اور سیٹھ صاحب کو وہ جگہ خالی کرنا پڑے گی... آفتاب کالونی بے ڈھب نظر آتی ہے تو آئے... لیکن آج آخر کار سیٹھ صاحب نے مجھے منا ہی لیا..."

"کیسے منالیا۔"

"انہوں نے پانچ لاکھ نقد ادا کیے ہیں... اور مجھے اپنی فرم میں ایک اچھی ملازمت دینے کی پیش کش کی، تب میں نے ان کی بات مان لی۔"

"چلیے... آپ کا جھگڑا تو ہوا ختم۔"

"ہاں! میں اسی لیے یہاں کھڑا تھا کہ آپکو یہ بات بتادوں۔"

"آپ نے اس کی ضرورت کیوں محسوس کی۔"

"مجھ سے زیادہ اس بات کی ضرورت سیٹھ صاحب نے

محسوس کی۔"

"ہم سمجھے نہیں۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

مطلب یہ کہ سیٹھ صاحب نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں آپ کو یہ بات بتادوں... جب میں نے کہا کہ اچھا میں فون کر دیتا ہوں... تو انہوں نے کہا... نہیں... فون کی ضرورت نہیں... آپ لوگ شام کو یہاں آئیں گے.. اسی وقت میں آپ لوگوں کو یہ بات بتاؤں۔"

"اوہ... حیرت ہے۔" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔"

"سیٹھ صاحب ہمیں یہ بتانے کے لیے اس قدر بے تاب کیوں ہیں۔"

"واقعی... یہ عجیب بات ہے... لیکن ذکی صاحب بھلا اس کی کیا وجہ بتا سکتے ہیں۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے... مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

"خیر... آپ رہتے کہاں ہیں۔"

"آج تک اپنے ایک دوست کے پاس رہتا رہا ہوں... اب یہاں اس کالونی میں سرونٹ کوارٹرز میں رہوں گا... پورا ایک کوارٹر انہوں نے مجھے دیا ہے... میں نے یہی سوچا... چلو یہ سودا گھاٹے کا نہیں۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے... ہمیں خوشی ہے۔"

محمود مسکرایا۔

"وہ... اس طرف ہیں کوارٹرز... کسی وقت میرے ہاں بھی آیئے گا... آپ لوگ میرے لیے مبارک ثابت ہوئے ہیں۔"

"وہ... وہ کیسے؟"

"ایک مدت سے یہ جھگڑا چلا آرہا تھا... لیکن سیٹھ صاحب نہیں مان رہے تھے... ادھر آپ یہاں آئے، ادھر انہوں نے بات مان لی۔"

"خیر.. انہوں نے ہماری وجہ سے تو یہ فیصلہ نہیں کیا ہوگا۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"میں تو یہی سمجھتا ہوں۔"

"خیر خیر... ہم کسی وقت آپ کے کوارٹر آئیں گے۔"

"کسی وقت نہیں... آج ہی... سیٹھ صاحب سے ملنے کے بعد۔"

"اچھا خیر... یونہی سہی۔" وہ مسکرا دیے اور آگے بڑھ گئے۔

انہوں نے سیٹھ آفتاب کے دروازے کی گھنٹی بجائی... یہاں سب کی الگ الگ کوٹھیاں تھیں اور سب دروازوں پر الگ الگ نام کی تختیاں لگی تھیں...

ایک منٹ بعد کوٹھی کا دروازہ کھلا اور ایک ملازم باہر نکلا:

"ہمیں سیٹھ صاحب سے ملنا ہے... وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"جی... جی نہیں۔" ملازم مسکرایا۔

"جی... جی نہیں کیا؟"

"وہ آپ کا انتظار نہیں کر رہے۔" اس نے کہا۔

"آپ کو کیسے معلوم۔"

"یہ بات اب اس گھر کے ہر فرد کو معلوم ہے... کہ وہ کسی کا انتظار نہیں کر رہے۔"

"کیا مطلب... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" وہ چونکے۔

"وہ اپنے بستر پر مردہ پڑے ہیں... ڈاکٹر انہیں چیک کر کے ابھی فارغ ہوئے ہیں... ان کا کہنا ہے کہ ان میں اب زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں... ان کے دوبارہ زندہ ہونے کا کوئی امکان نہیں رہ گیا ہے۔"

"کیا مطلب... کیا یہ جملہ بھی ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے... یا آپ اپنی طرف سے کہہ گئے ہیں۔"

"یہاں ملازم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے... سمجھے جناب، جو کہتے ہیں... گھر کے مالک کی مرضی سے کہتے ہیں۔"

"لیکن آپ انہی کے بارے میں تو بتا رہے ہیں... کہ وہ مر چکے ہیں... جب وہ مر چکے ہیں تو وہ گھر کے مالک کہاں رہے۔"

"ہاں! یہ بات بھی ہے۔" اس نے فوراً کہا... پھر فوراً بولا:

"لیکن میں اب نئے مالک کی بات کر رہا ہوں۔"

"نئے مالک... کیا مطلب؟"

"سیٹھ صاحب کی وفات کے بعد اب سیٹھ عامر آفتاب اس

پوری کوٹھی کے مالک ہیں...‘‘

’’یہ کیسے ہو سکتا ہے۔‘‘ محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

’’کیوں جناب... ہو کیوں نہیں سکتا۔‘‘ اس نے منہ بنایا۔

’’اس لیے کہ انہوں نے خود ہمیں بتایا تھا کہ انہوں نے اپنی تمام جائیداد نقدی وغیرہ تقسیم کر دی ہے۔‘‘

’’اس میں شک نہیں۔‘‘ ملازم نے کہا۔

’’تب پھر اب کوئی ایک کس طرح اس کالونی کا مالک بن سکتا تھا۔‘‘

’’نگران کے طور پر... باقی لوگ اتنے سمجھ دار نہیں ہیں کہ کاروبار کو سمجھ سکیں... لہٰذا یہ ذمے داری بھی خود سیٹھ آفتاب نے عامر صاحب کو سونپی تھی کہ اگر ان کی موت واقع ہو جائے تو وہ تمام کالونی اور جائیداد کی دیکھ بھال کریں گے... اس دیکھ بھال کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوگا کہ وہ اس کے مالک بن جائیں گے... یعنی جب بھی کوئی حصے دار یہ خیال کرے گا کہ اب وہ خود اپنے کاروبار کو سنبھال سکتا ہے... چلا سکتا ہے... وہ اپنا حصہ لے کر الگ ہو سکتا ہے... اس پر عامر صاحب کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔‘‘

’’ہوں.. ہم سمجھ گئے... آپ بہت پرانے ملازم ہیں شاید۔‘‘

’’جی ہاں! میرے والد تمام زندگی اس گھرانے کے ملازم رہے... ان کے بعد میں نے ان کی جگہ لے لی۔‘‘

’’تب پھر یہ جملہ خود ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ اب ان کے

دوبارہ زندہ ہونے کا کوئی امکان باقی نہیں۔‘‘

’’ہاں! یہ انہوں نے کہا تھا۔‘‘

’’آپ سیٹھ صاحب کے مرنے پر اداس نظر نہیں آ رہے۔‘‘

’’اس کالونی میں کوئی بھی آپ کو اداس نظر نہیں آئے گا... سب خوش نظر آئیں گے... البتہ ان کا کتا اداس ہے... حد درجے اداس۔‘‘

’’اسے کیسے پتا چل گیا کہ وہ مر گئے ہیں۔‘‘

’’کتا ان کے کمرے میں ہی تھا... وہ اس سے بہت پیار کرتے تھے... اچانک گھر والوں نے کتے کی دلدوز چیخ سنی... مجھے ان کے کمرے کی طرف دوڑایا گیا...‘‘ ملازم یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

’’گویا ان میں سے کوئی نہیں دوڑا۔‘‘

’’نہیں... میں نے اندر داخل ہو کر دیکھا... وہ بستر پر پڑے بری طرح تڑپ رہے تھے... اور ان کے دونوں ہاتھ دل کے مقام پر تھے... گویا ان کے دل میں درد اٹھا... پھر وہ ساکت ہو گئے... میں نے جب یہ خبر باہر نکل کر سب لوگوں کو سنائی تو وہ خوش ہو گئے، خبر سننے کے کوئی دس منٹ بعد ان لوگوں نے ڈاکٹر سالم کو فون کیا۔

’’کیا نام بتایا؟‘‘

’’ڈاکٹر سالم... یہاں کے فیملی ڈاکٹر ہیں... کسی کو بھی کوئی تکلیف ہو جائے... انہی کو بلایا جاتا ہے...‘‘

’’ڈاکٹر سالم نے آکر کیا بتایا۔‘‘

"یہی کہ وہ مر چکے ہیں... ان کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔"

"ہوں... آپ کا نام۔"

"رضا خان۔"

"تو جناب رضا خان... آپ مہربانی فرما کر ہماری آمد کی اطلاع دیں۔"

"جی اچھا... آپ اس طرف استقبالیہ کمرے میں تشریف رکھیں... اور اپنے کارڈز دے دیں۔"

وہ کارڈز لے کر چلا گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی...

"نہیں جناب۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"کیا نہیں جناب؟" محمود نے منہ بنایا۔

"کوئی آپ سے نہیں ملنا چاہتا... انہوں نے کہا ہے... ہمیں آپ لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں... اور جس نے آپ کو ملاقات کا وقت دے تھا... وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔"

"انہیں کیسے پتا چلا کہ انہوں نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا تھا۔"

"یہ انہیں میں نے بتایا... اس لیے کہ آپ لوگوں نے بھی یہی کہا تھا۔"

"ہاں! ٹھیک ہے... لیکن ہمیں افسوس ہے۔" محمود بولا۔

"افسوس... کس بات پر؟"

"اس بات پر کہ ہم ملاقات کیے بغیر اور لاش کا معائنہ کیے

بغیر نہیں جا سکتے... اس لیے کہ ہمیں یقین ہے... انہیں قتل کیا گیا ہے۔"

"کک... کیا... نن نہیں۔" وہ کانپ گیا... رنگ اڑ گیا...

"ان پر آج قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے... اس حملے میں وہ بال بال بچے تھے... لہٰذا قاتلوں نے یہ دوسرا وار کیا ہے... ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ انہیں کس طرح ہلاک کیا گیا ہے... آپ ایک بار پھر اندر جائیں اور ان سے کہیں... ہم لاش کا معائنہ کیے بغیر نہیں جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ اندر چلا گیا... اور پھر واپس آیا تو اس کے ایک نوجوان آدمی ساتھ تھا، اس کے چہرے پر جھنجلاہٹ کے آثار تھے۔

"آخر آپ کیا چاہتے ہیں... ڈاکٹر صاحب انہیں چیک کر چکے ہیں.. یہ ہارٹ فیل کا کیس ہے.. قتل وتل کی یہاں کیا گنجائش۔"

"اگر بات یہی ہے... تو آپ کو معائنے کی اجازت دینے میں کیا اعتراض ہے... ویسے آپ کی تعریف۔"

"میں عامر آفتاب ہوں... اس کالونی کا مالک۔" اس نے فخر کے عالم میں کہا۔

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے.. آج صبح سویرے منہ اندھیرے جب یہ سیر کے لیے گئے تھے تو ان پر چار غنڈوں نے قاتلانہ حملہ کیا

تھا۔۔وہ چاروں اب حوالات میں ہیں اور اتفاق سے ہم اس وقت ادھر سے گزر رہے تھے... اس لیے دخل اندازی کر بیٹھے... پھر انہوں نے ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی تھی... ہماری ملاقات صرف ذکی سے ہوئی تھی۔"

"اوہ... ذکی..." عامر آفتاب کے منہ سے نکلا۔

"کیوں ... کیا بات ہے ... آپ اس کا نام سن کر چونکے کیوں۔"

"اس نے انہیں بہت پریشان کیا تھا... آج ہی تنگ آکر انہوں نے پانچ لاکھ روپے اسے ادا کیے تھے۔"

"لہٰذا اس معاملے میں کم از کم ذکی کا تو ہاتھ ہو نہیں سکتا۔"

"کس معاملے میں۔" اس نے منہ بنایا۔

"قتل کے معاملے میں... سیٹھ آفتاب کو قتل کیا گیا ہے۔"

"حد ہو گئی... آپ یہ بات آخر کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

اس کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا... ایسے میں کسی کے دھم سے گرنے کی زوردار آواز سنائی دی۔

☆...☆...☆

خوفناک الفاظ

عامر یہ آواز سن کر بری طرح چونکا... ادھر ان کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی:

"یہ... یہ آواز کیسی تھی جناب؟"

"مجھے کیا پتا... اندر جا کر دیکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اندر جانے لگا۔

"آپ ہمیں بھی اندر لے چلیں۔"

"ہرگز نہیں۔" وہ بولا۔

"لیکن اب ہم رک نہیں سکتے۔" محمود نے یہ کہہ کر دوڑ لگائی اور اس کے آگے پہنچ گیا۔

"کیا مطلب... کیا آپ زبردستی اندر جائیں گے۔"

"اگر آپ اجازت نہیں دیں گے ... تو زبردستی ہی جائیں گے۔"

"تب ہم پولیس کو بلوائیں گے۔" عامر نے جھلا کر کہا۔

"پروا نہیں... ضرور بلوائیں۔" فاروق نے کہا اور محمود کے پاس پہنچ گیا۔

"تب پھر میں ہی رہ کر کیا کروں گی۔" فرزانہ بھی دوڑ پڑی۔

ایسے میں کوئی دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا... عامر نے گھبرا کر ادھر دیکھا... ایک شخص پاگلوں کی طرح دوڑتا آ رہا تھا... اس کے چہرے پر بلا کا خوف تھا... آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں... اور چہرے پر پسینہ ہی پسینہ نظر آ رہا تھا۔

"کک... کیا... کیا ہوا؟"

"وہ... وہ نکل گئے..."

"کک... کون نکل گئے۔"

"آفتاب بھائی... نکل گئے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں... وہ کہاں نکل گئے۔"

"اچانک بستر سے اٹھے... اور باہر کی طرف بھاگے... صحن میں وہ افضل سے ٹکرائے... وہ اچھل کر دھڑام سے گرے... اور ادھر سب پر لرزہ طاری ہو گیا... کیونکہ انہوں نے ایک مردے کو حرکت کرتے دیکھا تھا... پھر وہ باغ کی طرف بھاگ نکلے... میں نے آپ کی طرف کا رخ کیا..."

"باغ کی طرف... آپ کا مطلب ہے... اب وہ باغ میں ہیں۔"

"یہ مجھے معلوم نہیں... اب وہ وہاں ہیں یا نہیں، میں نے انہیں ادھر جاتے دیکھا تھا... بلکہ سب نے دیکھا تھا۔"

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے... ایک شخص جو مر گیا تھا... بھاگ

کیسے نکلا... کیسے زندہ ہو گیا... ڈاکٹر صاحب نے تو ان کے بارے میں کہا تھا... اب ان کے دوبارہ زندہ ہونے کا کوئی امکان نہیں رہا۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اوہ ہاں! انہوں نے یہ کہا تھا... واقعی... لیکن اس کے باوجود ایک بار وہ پھر بھاگ نکلے۔"

"کیا کہا... ایک بار پھر؟" فرزانہ حیرت زدہ انداز میں بولی۔

"جی... جی ہاں! وہ ایک بار پہلے بھی اسی طرح مر گئے تھے.. ڈاکٹر صاحب نے ان کی موت کی تصدیق کر دی تھی... لیکن اس کے باوجود وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے... اور باغ کی طرف بھاگ نکلے تھے، بالکل اسی طرح جس طرح آج بھاگ گئے۔"

"اف مالک! آپ لوگ تو ہمیں کر دیں گے پاگل۔" فاروق نے بھنا اٹھا۔

"ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں... نہ آپ کا ہم سے کوئی تعلق ہے... آپ مہربانی فرما کر یہاں سے رخصت ہو جائیں۔"

"اب ہم کہاں رخصت ہوں گے... ہم تو اب اس زندہ مردے سے مل کر جائیں گے۔"

"کک... کیا... زندہ مردہ۔" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"کیوں... کیا ہوا؟" محمود نے اسے گھورا۔

"یہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"حد ہو گئی..." محمود نے جل کر کہا، پھر وہ ان کی طرف

"آپ ہمیں باغ تک لے چلیں۔"

"اوہو... آپ ہیں کون؟"

"محمود، فاروق اور فرزانہ... ہمیں آج شام سیٹھ آفتاب نے ملاقات کا وقت دیا تھا۔"

"لیکن وہ مر چکے ہیں۔" عامر نے فوراً کہا۔

"لیکن وہ مر کر زندہ ہو چکے ہیں... اور اب ان کے کہنے کے مطابق باغ میں ہیں۔"

"اوہ ہاں... یہی بات ہے۔"

"آپ ہمیں کیوں نہیں دیکھ لینے دیتے۔"

"آپ کو انہوں نے ملاقات کا وقت کیوں دیا تھا... اور کیا آپ وہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں... جن کے چرچے عام طور پر سننے میں آتے ہیں... اور جو انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"آپ ایسا کہہ سکتے ہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"اوہ... تب تو انہیں باغ تک لے جانے میں کوئی حرج نہیں... شاید ہمارا مسئلہ حل کر دیں۔" عامر نے چونک کر کہا۔

"کک... کون سا مسئلہ۔" دوڑ کر آنے والا بولا۔

"انکل انکل... ابو کا مسئلہ۔"

"وہ مر چکے ہیں... اب زبردستی زندہ ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کیا... کیا کہا۔" فرزانہ دھک سے رہ گئی۔

"ان کی موت کی دعائیں کرتے کرتے یہ وقت آگیا... لیکن وہ مر ہی نہیں پاتے... آج بھی دیکھ لیں زندہ ہو گئے... خیر آئیں... آپ کو باغ میں لے چلتے ہیں۔"

"آپ لوگ... آخر... کیا چیز ہیں۔"

"ہم اسی دنیا کے انسان ہیں... آخر انہیں ہمارے سر پر سوار رہنے کا کیا حق ہے... وہ بہت جی لیے ہیں... اب انہیں مر جانا چاہیے۔"

"تب پھر آج ان پر جو قاتلانہ حملہ ہوا ہے... وہ آپ سب نے مل کر کرایا تھا۔" محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"جی نہیں... ہم ایسا کام نہیں کرا سکتے... ہاں ان کی موت کے خواہش مند ضرور ہیں۔"

"اف مالک! ہم کن لوگوں میں گھر گئے، یہ تو برملا ایسی باتیں کر رہے ہیں... جنہیں سن کر لوگ کانوں کو ہاتھ لگانے پر مجبور ہو جائیں۔" فاروق کانپ گیا۔

"تو لگا لیں کانوں کو ہاتھ... روکا کس نے ہے... ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ بڈھا مر گیا... اور اب آپ اسے زندہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"مرنے کے بعد کون زندہ ہوتا ہے... یہ تو آپ لوگ ہی بتا رہے ہیں کہ وہ اچانک اٹھے اور باغ کی طرف بھاگ گئے... اب اس

میں ہمارا کیا قصور... آیئے اب باغ میں چل کر دیکھتے ہیں... آپ کو
اگرچہ ان کی زندگی سے دلچسپی نہیں... تو موت سے تو ہے نا۔"

"بالکل بالکل... وہ تو ہے۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"تو چل کر یہ تصدیق کر لیں... وہ زندہ ہیں یا پھر مر گئے
ہیں۔"

ایک بار پھر وہ کانپ گئے...

"یہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کہہ رہے ہیں... جس
نے اپنی جائیداد آپ لوگوں میں پہلے ہی تقسیم کر دی ہے... اپنے
پاس کچھ بھی نہیں رکھا ہے... اپنی زندگی میں ہی آپ کو ہر چیز کا مالک
بنا دیا ہے..."

"ہاں! مالک بنا دیا ہے... لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"لیکن آپ کو معلوم نہیں... انہوں نے یہ کالونی ابھی اپنے
پاس رکھی ہوئی ہے... یہ ان کے مرنے کے بعد تقسیم ہو گی۔"

"اوہ تو پھر کیا ہوا... یہ انہوں نے اس لیے کیا ہو گا کہ کہیں
آپ لوگ ان کی زندگی میں ہی اس کو فروخت نہ کرنا شروع کر دیں۔"

ہم کریں نہ کریں... ہماری چیز ہے... اس بڈھے کھوسٹ
کو کوئی حق نہیں... اس کو اپنے قبضے میں رکھنے کا۔"

"نن نہیں... انہیں یہ حق ہے۔" فاروق چلا اٹھا۔

"حد ہو گئی... ان کی اولاد ہم ہیں یا آپ؟" عامر نے جھلا کر

کہا۔

"آپ... لیکن آپ اولاد جیسی باتیں نہیں کر رہے۔"

"آپ ہمیں اخلاق کا سبق نہ پڑھائیں.. ایسے سبق ہم سکولوں
اور کالجوں میں بہت پڑھ چکے ہیں اور چل کر پائیں باغ میں دیکھ لیں..
جو دیکھنا ہے... پھر ہمیں ان کے کفن دفن کا پروگرام بھی بنانا ہے۔"

"کفن دفن کا بھی کوئی پروگرام طے کیا جاتا ہے۔"

"ہاں! آخر ہمارے والد شہر کے بڑے رئیس تھے... ان کا
جنازہ دھوم دھام سے نکلنا چاہیے۔"

"واہ... کیا خوب کہا... خیر... چلیے۔" محمود نے کندھے
اچکائے۔

اب تک سب لوگ ان کے گرد جمع ہو چکے تھے... شاید ان
کے سب بیٹے... بیٹیاں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں... ان سب کی
تعداد چار درجن کے قریب تو ضرور تھی۔ سب کے سب اس طرح
خوش نظر آ رہے تھے جیسے انہیں کوئی بڑا خزانہ اچانک مل گیا ہو...
ایسے میں کسی نے کہا:

"ارے ڈاکٹر سالم کہاں ہیں.. ان کی بھی تو ضرورت ہے۔"

"میں باغ میں ہوں۔" باغ کی طرف سے ایک بھاری بھرکم
آواز سنائی دی۔

ان کے قدم باغ کی طرف اٹھ گئے... انہوں نے دیکھا...
ڈاکٹر صاحب ایک بنچ پر اداس بیٹھے تھے:

"آپ کو... آپ کو کیا ہوا ڈاکٹر صاحب... آپ ہی تو ہمارا سہارا ہیں... امید کی کرن ہیں۔" ایک عورت کی آواز سنائی دی۔

"افسوس! سیٹھ صاحب کی موت نے مجھے دھوکا دے دیا۔"

"موت نے دھوکا دے دیا... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"جب وہ اندر بستر پر بے سدھ لیٹے تھے... تو نہ نبض کام کر رہی تھی... نہ دل کی دھڑکن سنائی دی تھی... سو میں نے اعلان کر دیا کہ وہ مر چکے ہیں... لیکن اس کے کچھ ہی دیر بعد اچانک وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور باغ کی طرف دوڑ پڑے..."

"تب پھر... اب وہ کہاں ہیں۔" ایک مردانہ آواز گونجی۔

"افضل بھائی... اتنے خوفناک الفاظ تو نہ کہیں۔" ایک عورت کی آواز سنائی دی۔

"خوفناک الفاظ... نن نہیں تو... میں نے تو کوئی خوفناک الفاظ نہیں بولے... میں نے جو الفاظ ادا کیے ہیں... ان میں کوئی خوفناک پن نہیں ہے.. آپ کو مرینہ بہن ضرور خوش فہمی ہوئی ہے۔"

"خوش فہمی نہیں... غلط فہمی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں! وہی وہی.. میری اردو ذرا کم زور واقع ہوئی ہے۔" افضل نے کہا۔

"کیا آپ نے یہ نہیں کہا... کہ پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور باغ کی طرف دوڑ گئے۔"

"تو اس میں کون سا خوفناک پن ہے۔"

"ہمارے لیے یہ کیا کم خوفناک بات ہے کہ وہ مر کر بھی زندہ ہو گئے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ بات تو ہے.. ویسے ان لوگوں سے پتا چلا ہے.. کہ صبح بھی ان پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔"

"اور وہ قاتلانہ حملہ آپ لوگوں کے سوا اور کون کرا سکتا تھا۔" محمود نے جل کر کہا۔

"نہیں... ہم کم از کم یہ کام نہیں کرا سکتے... اس لیے کہ ہم سب کو جیل جانے سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"خیر... سیٹھ آفتاب صاحب... آپ کہاں ہیں... سامنے آجائیں... اب آپ کو کوئی خطرہ نہیں، ہم یہاں موجود ہیں۔"

"نن نہیں..." ایک درخت پر سے سیٹھ آفتاب کی آواز سنائی دی۔

"ہائیں... یہ تو درخت پر چڑھے ہوئے ہیں... چالاک بوڑھے۔" ایک عورت نے افسوس ناک انداز میں کہا۔

"ہاں! چڑھا ہوا ہوں... اب تم درخت پر وار کرواؤ نا۔"

"ہم نے آپ پر کوئی وار نہیں کرایا... نہ کرائیں گے... البتہ ہم آپ کی موت کے خواہش مند ضرور ہیں... اور ہماری یہ خواہش ایک دن ضرور پوری ہو گی۔"

"آپ سن رہے ہیں... آپ دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں... آپ نیچے آجائیں... ارے مم... مگر... یہ... یہ کیا۔" فاروق دھک سے رہ گیا۔

"آپ کو کیا ہو گیا جناب... کیا آپ کو موت نظر آگئی درخت پر۔"

"موت نہیں... زندگی۔"

"حد ہو گئی... جسے دیکھو... زندگی کی بات کر رہا ہے... اور موت کی بات کوئی کرتا ہی نہیں۔"

"آپ نے سنا... یہ کیا کہہ رہے ہیں... ان کے سامنے تو بس میری موت کی باتیں کی جائیں۔"

"اچھی بات ہے... آپ نیچے آجائیں اور آکر اس طرح گریں کہ یہ خوش ہو جائیں۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"یعنی مر جاؤں... یہ میرے بس میں نہیں... ہوتا تو ضرور کر گزرتا..."

"کیا مطلب... کیا آپ کے بس میں نہیں۔" عامر نے کہا۔

"یہ کہ میں مر جاؤں۔"

"کیوں... غلط بات کہتے ہیں..." ایک بوڑھی عورت بول اٹھی۔

"غلط... میں نے کون سی غلط بات کہی بیگم۔" سیٹھ صاحب تیز لہجے میں بولے۔

انہوں نے چونک کر اس بوڑھی عورت کی طرف دیکھا...

گویا یہ سیٹھ صاحب کی بیوی تھیں...

"یہ کہ آپ مر نہیں سکتے... بجلی کا ننگا تار پکڑ کر سوئچ دبا دیں... پھر دیکھیں آپ مرتے یا نہیں۔"

"اوہو... بیگم... آپ میرا مطلب غلط سمجھیں۔"

"تب پھر... کیا مطلب تھا آپ کا۔"

"اس طرح انسان مر تو سکتا ہے... لیکن جہنم کا عذاب جو ہمیشہ بھگتنا پڑے گا اسے... خودکشی کرنے والا خود کو اسی طرح ہلاک کرتا رہے گا جہنم میں... یہ کس قدر بڑی سزا ہے۔"

"ہاں! ہے تو سہی... لیکن آپ کے لیے پھر بھی یہی بہتر ہے... آخر آپ اس جہنم میں کب تک رہ سکیں گے... ایک دن تو آپ کو خودکشی کرنا ہو گی۔"

"ہرگز نہیں کروں گا... تم لوگ مجھے زہر دے دو... کرائے کے قاتلوں سے قتل کرا دو۔ لیکن میں خودکشی نہیں کروں گا۔"

حد ہو گئی..." کئی آوازیں ابھریں۔

آخر سیٹھ آفتاب نیچے اتر آئے... فاروق اب تک حیران تھا، آخر اس سے رہا نہ گیا... بول اٹھا:

"آپ اس عمر میں... اس درخت پر کیسے چڑھ گئے۔"

"کیوں کیا بات ہے... سیٹھ صاحب مسکرائے۔

"اس سیدھے درخت پر چڑھنا آسان کام نہیں..."

"لیکن یہ بات آپ کیا جانیں۔"

"ان لوگوں کا خیال ہے... میں درختوں پر چڑھنے میں بہت ماہر ہوں۔"

"اوہ اچھا... یہ بات ہے۔"

"جی ہاں! لیکن آپ؟"

"میں بچپن میں درختوں پر چڑھنے کا حد درجے شوقین تھا... اس شوق نے مجھے اس کام میں حد درجے ماہر بنا دیا..."

"اوہ... میں بھی کہوں۔" فاروق مسکرایا۔

"اب آپ وضاحت کر دیں... آپ تو سنا ہے، مر گئے تھے، پھر زندہ کیسے ہو گئے۔"

"ڈاکٹر صاحب کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہو گی..."

"نہیں... نہ آپ کی نبض کام کر رہی تھی... نہ دل میں کوئی دھڑکن باقی تھی۔"

"تب پھر... یہ اچانک زندہ کیسے ہو گئے۔"

"شاید انہیں سکتہ ہو گیا تھا... یا اس قسم کی کوئی اور کیفیت ان پر طاری ہو گئی تھی... بہر حال دنیا میں ایسی مثالیں ملتی ہیں... کچھ لوگوں کو مردہ خیال کر لیا گیا... ڈاکٹروں نے ان کی موت واقع ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیے... لیکن وہ زندہ ہو گئے۔"

"ز... زندہ... مردہ۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

فاروق کی آواز پر سب گھبرا گئے... ایسے میں ایک کونے سے پراسرار آواز ابھری۔

آپ کی موت

وہاں ایک نقاب پوش کھڑا تھا... وہ سر سے لے کر پیر تک سیاہ لباس میں تھا۔

"خبردار... سب لوگ ایک طرف ہٹ جائیں... میں ہلاک کروں گا سیٹھ صاحب کو۔"

"ارے واہ... مزا آ گیا۔"

"آپ... آپ کون ہیں۔" سیٹھ صاحب نے بوکھلا کر کہا۔

"میں... میں وہ ہوں... یعنی آپ کی موت۔" نقاب پوش ہنسا۔

"ارے باپ رے... ایک اور آ گئے... معلوم ہوتا ہے... یہ لوگ مجھے مار کر رہیں گے۔"

"جب تک اللہ کو منظور نہ ہو... کوئی کسی کو نہیں مار سکتا۔"

فرزانہ کی آواز ابھری اور پھر وہ نقاب پوش اور سیٹھ صاحب کے درمیان میں آ گئی۔

"ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے... الٹا آپ کی موت اب آپ کو آ دبوچے گی۔"

"ہر گز نہیں... تم لوگ خود کو سمجھتے کیا ہو... میں تم تینوں کے لیے صرف تین فائر کروں گا... چوتھی گولی ضائع نہیں کروں گا۔"

"اوہو... آپ اس قدر ماہر نشانے باز ہیں۔" فرزانہ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تجربہ ہو ہی جائے گا... آپ فائر کریں۔"

"سب لوگ ایک طرف ہٹ جائیں۔" وہ غرایا۔

"سیٹھ صاحب آپ بھی ہٹ جائیں... جس طرف یہ سب بیٹھیں... آپ بھی اسی طرف ہو جائیں... ہم ان کی گولیوں کا سامنا کریں گے۔"

"آپ... آپ میری خاطر اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈالیں گے۔"

"ہاں! اب یہ بھی تو نہیں ہو سکتا... کہ ہم آپ کو ان کی گولیوں کا شکار ہو جانے دیں۔"

"کاش... آپ جیسا ایک آدھ بچہ میرا بھی ہوتا۔"

"یہ ان کی غلطی نہیں... آپ کی ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"کک... کیا مطلب؟"

"آپ نے انہیں صرف اور صرف دولت میں پالا... لہٰذا انہیں صرف اور صرف دولت ہی نظر آتی ہے... آپ انہیں اسلامی تعلیم دلواتے... تو آج آپ کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا... ہمارا دین ہمیں خود غرضی سے نفرت کرنا سکھاتا ہے... ماں باپ کا ادب کرنا سکھاتا

ہے... ماں باپ پر احسان کرنا سکھاتا ہے... نہ کہ ان کی جان لینا... یہ آپ کی غلطی ہے... آپ نے انہیں صرف انگریزی تعلیم دلوائی... حساب کتاب کی تعلیم دلوائی... دوسروں کے حقوق کی تعلیم نہیں دلوائی... سیٹھ صاحب... معاف کیجیے گا... کیا آپ نے اپنے کسی بچے کو قرآن کی تعلیم دلوائی ہے... قرآن کریم کا ترجمہ انہیں پڑھوایا... احادیث کی تعلیم دلوائی... دین کے تمام شعبوں کی تعلیم دلوائی۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"نن... نہیں۔" وہ کانپ گیا۔

"آج یہ جو سب آپ کی جان کے دشمن ہیں... آپ کی موت کے خواہش مند ہیں... یہ صرف اسی لیے ہیں... کہ انہیں اسلام کی تعلیم دلوائی ہی نہیں گئی... صرف اور صرف مغربی تعلیم انہیں ملی... مغرب میں کیا ہے... آپ کو پتا ہے سیٹھ صاحب؟"

"کیا؟" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"ان کے ہاں... جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں... تو وہ انہیں اپنے ساتھ گھروں میں نہیں رکھتے... وہاں اولڈ ہوم بنے ہوئے ہیں... یعنی بوڑھوں کے گھر... وہ اپنے ماں باپ کو ان اولڈ ہومز میں داخل کرا دیتے ہیں... ان کا خرچ برداشت کرتے ہیں، لیکن انہیں اپنے ساتھ نہیں رکھتے... جو خرچ وہ برداشت کرتے ہیں... وہ بہت معمولی سا ہوتا ہے... تو یہاں بھی اس قسم کے خیالات آ گئے ہیں۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا... یہی میری سب سے بڑی غلطی ہے اور اب مجھے اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"اب آپ بتائیں... آپ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ آپ مر گئے تھے... پھر آپ زندہ کیسے ہو گئے۔"

"حد ہو گئی... یہ کوئی مرنے والا کیسے بتا سکتا ہے... یہ تو آپ ڈاکٹر سالم سے پوچھیں۔"

"آپ کیا کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب۔"

"اس قسم کی مثالیں دنیا میں ملتی ہیں... ڈاکٹر کسی کے مرنے کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیتے ہیں... لیکن وہ شخص ابھی مرا نہیں ہوتا.. لیکن اس کی نبض محسوس نہیں کی جا سکتی... دل کی دھڑکن بھی محسوس نہیں کی جا سکتی... لہٰذا ڈاکٹر حضرات سے غلطی ہو جاتی ہے... اور وہ اسے مردہ قرار دے دیتے ہیں... ان کے ساتھ بھی یہی ہوا... جس وقت مجھے فون کیا گیا اور میں ان کے کمرے میں پہنچا... تو ان کی نبض کام کر رہی تھی... نہ دل کی کوئی دھڑکن تھی... اب میں اور کیا کہہ سکتا تھا... لیکن اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے... ہم سب کو تو خوش ہونا چاہیے کہ یہ زندہ ہیں۔"

"بھاڑ میں گئی خوشی۔"

"دد... دیکھا آپ نے۔" سیٹھ آفتاب نے سرد آہ بھری۔

"ہاں! لیکن... واقعی آپ بہت پریشان کن حالات سے دو چار ہیں... لوگ تو ماں باپ کی خدمت کرتے نہیں تھکتے... ایک آپ

ہیں... یہ سب آپ کی موت چاہتے ہیں۔"

"اب میں اپنے وقت سے پہلے کیسے مر جاؤں۔" انہوں نے سرد آہ بھری۔

"اس کی ترکیب میں بتا سکتا ہوں۔" انہوں نے افضل کی آواز سنی۔

"کیا مطلب؟"

"آپ وقت سے پہلے نہیں مر سکتے... لیکن ہماری دنیا سے تو دور جا سکتے ہیں۔"

"اوہ اوہ..." وہ دھک سے رہ گئے۔

"ہاں! آپ اپنے لیے کوئی اولڈ ہوم لے لیں... یا ہو الیں... وہاں خرچ وغیرہ جمع کر لیں... اور یہاں سے رخصت ہو جائیں۔"

"میرے خیال میں اب میں یہ کر ہی لوں۔"

"نہیں سیٹھ صاحب... آپ نے یہ نہ جانے یہ سب کچھ کس طرح جمع کیا ہو گا... کیا کیا محنت نہیں کی ہو گی... آپ کو مرتے دم تک یہیں رہنا چاہیے..." فرزانہ نے جذباتی آواز میں کہا۔

"یہ لوگ مجھ پر حملہ کرائے بغیر نہیں رہیں گے۔"

"یہ الزام ہے... ہم نے کوئی حملہ..."

ایسے میں فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

انہوں نے چونک کر نقاب پوش کی طرف دیکھا... وہ غائب تھا۔

کیا!!!

عامر نے فوراً ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا... پھر ان کی طرف دیکھ کر برا سا منہ بناتے ہوئے کہا:

"آپ کا فون ہے..."

"تو اس میں برا سا منہ بنانے کی کیا ضرورت ہے۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"آپ فون سنیں... یہ گھر ہمارا ہے... ہم برے منہ بنائیں یا اچھے... آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔" اس نے جل کر کہا۔

"جواب معقول ہے۔" محمود ہنسا۔

پھر اس نے ریسیور اٹھالیا... دوسری طرف اکرام کہہ رہا تھا۔

"ایک حیرت انگیز بات سامنے آئی ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے... سیٹھ آفتاب کیس کے سلسلے میں؟"

"ہاں! تم لوگ یہیں آجاؤ... تو بہتر ہے۔"

"اچھی بات ہے... ہم آرہے ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کردیا اور ان کی طرف مڑتے

ہوئے بولا:

"کوئی خاص بات سامنے آئی ہے... ہمیں جانا پڑ گیا... لیکن ہم جلد لوٹیں گے..."

"کوئی ضرورت نہیں... یہ ہمارا معاملہ ہے... ہم خود ہی نبٹ لیں گے... یہاں کوئی قتل نہیں ہو گیا کہ آپ آگئے ہیں۔"

"لیکن سیٹھ صاحب پر قاتلانہ حملہ ضرور ہوا ہے اور انہوں نے ہی ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔"

"بالکل ٹھیک... آپ یہاں شوق سے آئیں... آپ کا اپنا گھر ہے۔"

"ان کا نہیں... ہمارا۔"

"لیکن ابھی میں زندہ ہوں۔"

"تو کیا ہوا... آپ بہت جلد مرنے والے ہیں۔"

"توبہ توبہ۔" وہ بولے اور باہر کی طرف چلے...

"آپ جلد آیئے گا... کہیں یہ لوگ مجھے موت کے گھاٹ نہ اتروا دیں۔"

"نہیں... آپ فکر نہ کریں... اب یہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے... اس لیے کہ جان گئے ہیں... اس طرح یہ پھنس جائیں گے۔"

"ہم نے ایسی کوئی بات کبھی سوچی تک نہیں۔"

"لیکن آپ میں سے کوئی ایک ایسا ضرور ہے۔" محمود نے

ڈرامائی انداز میں کہا۔

"کیا مطلب... کیسا؟"

"جو سیٹھ صاحب پر قاتلانہ حملہ کرانے کا ذمہ دار ہے... اس وقت بھی شاید اس نے کھانے کی چیز میں انہیں کوئی چیز دی تھی.. تبھی ان کی ایسی حالت ہو گئی تھی۔"

"آپ اس بات کو ثابت کر دیں... ہمیں خوشی ہو گی۔"

"ہم جلد واپس آ رہے ہیں اور آ کر یہیں کام کریں گے۔"

"خوب!" وہ طنزیہ انداز میں بولے۔

وہ باہر نکل آئے... سیٹھ صاحب دوڑ کر ان تک آ گئے...

"آپ مجھے ساتھ لے چلیں۔"

"اوہ ہاں! یہ ہو سکتا ہے... آ جائیں... گاڑی پر۔"

"شکریہ۔" وہ خوش ہو گئے۔

پھر انہوں نے انہیں اپنی گاڑی میں بٹھا لیا... اور دفتر کی طرف روانہ ہوئے... سیٹھ صاحب کو ایک کمرے میں بٹھا کر وہ اکرام کے دفتر میں داخل ہوئے... انہیں دیکھتے ہی وہ بولا:

"وہ چاروں زبان کھولنے پر تیار ہو گئے ہیں.. ان کا بیان ہے، وہ ایک نامعلوم آدمی کے لیے کام کر رہے ہیں... اسی نے ان کے ذریعے سیٹھ صاحب پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا۔"

"کیا آپ نے اتنی سی بات بتانے کے لیے بلایا ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں..." وہ زوردار انداز میں بولا۔

"تب پھر۔"

"آؤ میرے ساتھ۔" اکرام نے پراسرار انداز میں کہا۔

"آج تو آپ ابا جان کی نقل کر رہے ہیں۔"

"اوہ نہیں تو۔" وہ شرما گیا۔

پھر وہ حوالات میں داخل ہوئے... وہاں وہ چاروں بے فکری کے عالم میں بیٹھے نظر آئے۔

"ہاں تو تمہیں کس نے مقرر کیا تھا؟" اکرام نے پوچھا۔

"ایک نامعلوم آدمی نے... لیکن ہم نے اس کا سراغ لگا لیا تھا... اور ہم آپ کو اس کا نام بتا چکے ہیں۔" ایک نے کہا۔

"کیا مطلب انکل؟" وہ اس کی طرف مڑے۔

"ان کا بیان ہے کہ جنگل میں ایک سیاہ پوش نے بھی دخل اندازی کی تھی۔"

"اوہ ہاں! اسے تو ہم بھول ہی گئے... وہ ان چاروں کو گرتے دیکھ کر غائب ہو گیا تھا... لیکن اس وقت ہمارا مسئلہ تھا سیٹھ صاحب کو بچانے کا... لہٰذا ہم نے اس کی تلاش میں وقت ضائع نہیں کیا تھا، انہیں لے کر وہاں سے نکل گئے تھے..."

"بس تو پھر... ان کا کہنا ہے... اس کام پر انہیں اسی نقاب پوش نے مقرر کیا تھا اور یہ کہ اس کا نام راکل ہے۔"

"راکل؟" ان کے منہ سے نکلا۔

"راکل کو میں جانتا ہوں.. لیکن وہ ایسے کام نہیں کرتا۔" اکرام نے کہا۔

"کیا مطلب... کیسے کام۔"

"قتل وتل کے... اس کا کام صرف یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی سے اپنا قرض لینا ہے اور وہ دے نہیں رہا... اب قرض دینے والا راکل کی خدمات حاصل کرے گا... راکل اس سے سودا طے کرے گا اور اس دوسرے کے پاس اپنے غنڈے لے کر پہنچ جائے گا... اس اس حد تک ڈرائے گا، دھمکائے گا اور مارے پیٹے گا کہ وہ قرض ادا کرنے کی حامی بھر لے گا... بس وہ تو ایسے کام کرتا ہے... یہاں بھی یہی معاملہ ہے... ان کا کہنا ہے... وہ قاتلانہ حملہ ایک ڈراما تھا۔"

"کک... کیا مطلب... ڈراما تھا؟" وہ چونکے۔

"ہاں! انہیں سیٹھ صاحب کو خوف زدہ کرنا تھا... تاکہ وہ ذکی آوارہ کی زمین کی رقم ادا کر دیں... لیکن کم از کم پانچ لاکھ۔"

"اوہ... ایسا تو وہ کر چکے ہیں... لیکن ہماری موجودگی میں وہاں ان لوگوں نے ذکی کی زمین کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔"

"وہ پہلے ہی ہو چکی تھی... ہم ابھی انہیں ڈرا رہے تھے کہ آپ لوگ ٹپک پڑے۔"

"خیر... ہو سکتا ہے... یہی بات ہو... تب تو ہمیں راکل سے ملنا چاہیے۔"

"ہاں! اب تو یوں بھی ہم اس کی گرفتاری کا حق رکھتے ہیں.. ان کا بیان حاصل ہو چکا ہے اور انہوں نے اگل دیا ہے کہ یہ راکل کے لیے کام کرتے ہیں۔"

"تو پھر چلیے... پہلے اسے گرفتار کر لیتے ہیں... پھر اس سے باتیں کریں گے۔"

"ہوں ٹھیک ہے..."

وہ اسی وقت اکرام کے ساتھ روانہ ہوئے... اکرام اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے چکا تھا۔ ایسے میں محمود نے کہا:

"لیکن انکل... یہ معاملہ صرف اتنا ہی تو نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم نے خیال کیا ہے کہ ذکی آوارہ نے راکل سے یہ کام لیا ہے... چلیے یہاں تک بات مان لیتے ہیں... اس کے علاوہ جو وہاں ان کے ساتھ ہو رہا ہے... وہ تو ایک بالکل الگ معاملہ ہے۔"

"مثلاً۔"

"کالونی میں بھی کوئی ان کی جان لینے پر تلا ہوا ہے..."

"تب یہ دو معاملے ہو سکتے ہیں... ایک طرف کالونی کے لوگ انہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں، دوسری طرف ذکی نے انہیں ڈرانے دھمکانے کا پروگرام بنا لیا..."

"پہلے تو ہمیں راکل سے معلوم کرنا ہے۔"

وہ ایک ہوٹل پہنچے... اکرام کے ماتحتوں نے ہوٹل کے

چاروں طرف پوزیشن سنبھال لی... اب وہ اندر داخل ہوئے... ایک کمرے کے دروازے پر اکرام نے دستک دی... دروازہ جلد ہی کھلا اور ایک شریف صورت آدمی نظر آیا... اکرام پر نظر پڑتے وہ اچھلا اور پھر بولا:

"آیئے... انسپکٹر صاحب آیئے... کک... کیسے آنا ہوا؟"

"راکل آخر تم پھنس گئے۔" اکرام مسکرایا۔

"میں پھنس گیا... کیا مطلب۔"

"تمہارے لیے کام کرنے والے چار آدمی اس وقت حوالات میں ہیں... ان کا بیان ہے... تم نے انہیں سیٹھ آفتاب کو ڈرانے دھمکانے پر مقرر کیا تھا... انہوں نے جنگل میں انہیں گھیر لیا تھا اور قاتلانہ حملے کے انداز میں ڈرایا تھا... عین اس وقت یہ تینوں وہاں پہنچ گئے تھے... وہاں ایک سیاہ پوش نے بھی دخل اندازی کی تھی اور وہ تم خود تھے... اس بارے میں تم کیا کہتے ہو۔"

"یہ کہ آپ دن میں خواب دیکھنے لگے ہیں۔" راکل مسکرایا۔

"وہ کیسے؟"

"میرے بارے میں کوئی چار پانچ آدمی یہ بات کہہ سکتے ہیں... تو کیا ان کے ایسا کہنے کی بنا پر میں مجرم ٹھہروں گا... اور آپ بغیر کسی ثبوت کے... صرف ان کے بیان پر مجھے عدالت میں سزا دلوائیں گے۔"

"نہیں... ہم ثبوت حاصل کریں گے۔" فرزانہ نے فوراً

کہا۔

"تو پھر جائیں... پہلے ثبوت حاصل کریں... پھر میرے پاس آئیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"اس کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب؟" اکرام چونکا۔

"وہ نقاب پوش یہی تھے۔"

"واہ! کیا خوب صورت ثبوت ہے۔"

"آپ بے وقوف ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"یہ ایک اور ثبوت ہو گیا میرے خلاف۔" وہ ہنسا... پھر اکرام سے بولا:

"آپ تو بہت زیادہ ذہین لوگوں کو ساتھ لائے ہیں... کمال ہے۔"

"مسٹر راکل! آپ آواز بدلنے میں بالکل ماہر نہیں ہیں... جنگل میں آپ آواز بدل کر ضرور بول رہے تھے... لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوئے تھے... آپ کی آواز ہم پہچان چکے ہیں۔"

"خوب! یہ تیسرا ثبوت ہے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"انکل... اسے گرفتار کر لیں... ان کے خلاف ثبوت مکمل ہو چکا ہے... اس نے ان چاروں کو بھیجا تھا اور یہ خود بھی سیاہ پوش کے روپ میں وہاں موجود تھا۔ بلکہ آفتاب کالونی میں نقاب پوش یہی

تھے۔"

"گرفتار کر لو بھئی۔" اکرام نے اپنے ساتھ آنے والے دو ماتحتوں سے کہا۔

"ان کے ساتھ آپ کا دماغ بھی چل گیا ہے شاید۔"

"پہلے جنگل میں ہونے والی بات چیت سن لیں۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"جنگل میں ہونے والی ایک ایک بات ریکارڈ کی گئی تھی... سنیں۔"

محمود نے کہا اور گھڑی میں فٹ ٹیپ ریکارڈر پر کیسٹ چلا دی... آوازیں صاف سنائی دینے لگیں... بات ختم ہونے کے بعد آخر محمود نے کہا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"انسپکٹر صاحب... سنا آپ نے... آپ کے یہ ہونہار ساتھی کیا کہہ رہے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں؟" اکرام نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"یہ کہہ رہے ہیں... اب آپ کیا کہتے ہیں... میری جائے آپ کہیں... کیا یہ میرے خلاف ثبوت ہے۔"

"اس میں شک نہیں کہ آواز تمہاری ہے راکل۔"

"کیا کوئی میری آواز کی نقل نہیں کر سکتا تھا۔" اس نے

جھلا کر کہا۔

"جب ایسا آدمی سامنے آئے گا... ہم اسے گرفتار کر کے تمہیں چھوڑ دیں گے۔"

"یہ کیا تک ہوئی بھلا۔"

"اب ہم ہر بات میں تک کہاں سے لائیں۔"

"کیا میں پاگل ہو جاؤں۔" راکل ہنسا۔

"ہو جائیں... ویسے تو ہمارے خیال میں آپ پاگل ہیں... لہٰذا اور کیا ہوں گے۔"

"انسپکٹر صاحب... آپ آج شاید میرا وقت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں.. کیا اس ثبوت کی بنا پر آپ مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"کرنے کو تو کر سکتے ہیں... اور کمرہ امتحان میں چل کر اگلوا سکتے ہیں... لیکن ہمارا طریقہ یہ نہیں... اور ہے... ہم اس وقت تک کسی کو گرفتار نہیں کرتے جب تک کہ اس کے مجرم ہونے میں یقین نہ ہو جائے۔"

"ارے تو کیا میرے مجرم ہونے کا یقین آپ کو ہو چکا ہے۔"

"ہاں! بالکل... لیکن اس کے باوجود... ہم ایک اور ثبوت پیش کریں گے... خود آپ نے بھی اگر اس ثبوت کو ثبوت نہ مانا تو بات نہیں۔"

"چلیے پھر... پہلے وہ ثبوت ہو جائے۔"

"بہت خوب! اب سنیے... جنگل میں آپ نے دوبار اپنے ساتھیوں کو الو کے پٹھو کہا تھا۔"

"وہ میں تھا ہی نہیں تو کیسے کہہ دیتا..." وہ جل گیا۔

"وہ چاروں آپ کے ملازم نہیں... آپ کے بیٹے ہیں۔"

"کیا!!!"

اکرام اور راکل بری طرح چلائے۔

☆...☆...☆

بیٹے بیٹے

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... پھر راکل کی آواز ابھری۔

"یہ... یہ ان الو کے پٹھوں نے کیا کیا۔" وہ بڑبڑایا۔

"لیجیے انکل... ثبوت مکمل ہوا یا نہیں۔"

"بالکل مکمل ہو گیا... کیوں مسٹر راکل۔"

اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... شاید ساری چوکڑیاں بھول گیا تھا۔

"چلیے انکل... اب تو آپ گرفتار کر لیں انہیں۔"

"لیکن بھئی... یہ بات کیا ہوئی۔"

"جب اس جنگل میں اس نے ان چاروں کو الو کے پٹھے کہا تھا تو بے ساختہ ہم نے ان چاروں کی طرف غور سے دیکھا تھا... ان کے چہرے بالکل گول گول تھے... جیسے الو کا چہرہ ہوتا ہے... اب جب ہم نے یہاں اسے دیکھا... تو اس کا چہرہ بھی بالکل گول الو جیسا نظر آیا... پھر چہرے کی باقی بناوٹ بھی ان چاروں جیسی تھی... اچانک ہمارے کانوں میں الارم بج گیا... اور ہم نے کہہ دیا کہ یہ صاحب ان کے والد

ہیں... اور اگر یہ ان کے والد ہیں... اور بقول آپ کے یہ ایسا کام کرتا ہے... تو یہ ان کے خلاف بہت برا ہوگا... گویا یہ خود ہی ایسے کام اپنے بیٹوں کے ذریعے لیتا رہا ہے... کیوں جناب... اب آپ کیوں خاموش ہو گئے... پہلے تو بہت چہک رہے تھے۔"

"اب میں کیا خاک بولوں..." اس نے جل کر کہا۔

اور وہ مسکرا دیے۔

"اب صرف یہ بتا دیں... سیٹھ آفتاب والے معاملے میں آپ کی خدمات کس نے حاصل کی تھیں..."

"میں نہیں جانتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"آپ یقین کریں نہ کریں... میں یہ تو جانتا ہوں کہ میں ان چاروں کا باپ ہوں... اور ان سے اس قسم کے کام لیتا رہتا ہوں.. میری ہی ہدایت پر انہوں نے سیٹھ آفتاب پر دکھاوے کا حملہ کیا تھا.. فرضی حملہ... اس وقت وہاں آپ لوگ پہنچ گئے..."

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا... چند لمحے تک سب خاموش رہے... پھر محمود نے کہا:

"اور آپ... اپنی اولاد سے بھی اسی قسم کے کام لیتے ہیں... اب وہ حوالات میں ہیں اور آپ یہاں آرام سے بیٹھے ہیں۔"

"آرام سے تو خیر نہیں... میں نے ان کے لیے وکیل کا انتظام کر دیا ہے... صبح ان کی ضمانت کے کاغذات عدالت میں داخل

کرائے جانے تھے... لیکن اب تو شاید ضمانت نہیں ہو سکے گی۔" اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آپ کو اس کام کے لیے کس نے مقرر کیا تھا۔"

"میں بتا چکا ہوں... میں اسے نہیں جانتا... اس نے فون پر بات کی تھی... اور معاوضہ ایک لفافے میں کوئی لڑکا مجھے دے گیا تھا۔ صاف ظاہر ہے... وہ معاوضے والا لفافہ لے کر یہاں آس پاس آیا تھا اور اس لڑکے کے ذریعے لفافہ اس نے مجھ تک پہنچا دیا تھا... ان حالات میں میں کس طرح جان سکتا ہوں کہ وہ کون ہے... جو یہ کام کروا رہا ہے۔"

"اگر یہ سچ ہے تو اس معاملے میں سسپنس اور بڑھ گیا ہے... آخر... وہ کون ہے جو سیٹھ آفتاب کو صرف ڈرانا چاہتا ہے۔"

"ذکی آوارہ۔" فاروق بول اٹھا۔

"ایک منٹ... آپ کو اس کام کی کتنی فیس ادا کی گئی تھی۔"

"پانچ لاکھ روپے۔"

"اتنی آپ نے طلب کی تھی یا اس نے خود دی تھی۔"

"نہیں... میں ایسے کاموں کا معاوضہ پہلے بتاتا اور وصول کرتا ہوں، پھر کام کرتا ہوں... میں نے فون پر ہی کہہ دیا تھا کہ اس کام کے پانچ لاکھ روپے ہوں گے... کیونکہ اگر ہم گرفتار ہو گئے تو جیل بھی جا سکتے ہیں... فون کرنے والے نے کہا تھا کہ کوئی بات

نہیں... وہ پانچ لاکھ بھجوا رہا ہے۔"

"اگر آپ اس کی آواز سنیں... تو کیا جان جائیں گے... فون پر بات کس نے کی تھی۔"

"کیوں نہیں... میرا خیال ہے... اس نے آواز بدل کر بات نہیں کی تھی۔"

"اچھی بات ہے... ہم آپ کو باری باری آوازیں سنوائیں گے... چلیے انکل... انہیں دفتر لے جانا ہوگا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

اسے دفتر لایا گیا... محمود نے ایک نمبر ڈائل کیے... پھر ایک ریسیور اسے تھمادیا گیا، دوسرے پر محمود نے بات شروع کی... راکل اس طرح باری باری آوازیں سنتا رہا... لیکن وہ ہر بار نفی میں سر ہلاتا رہا... آخر محمود نے کچھ سوچا... پھر زور سے اچھلا اور ایک نمبر ڈائل کیے... اس بار جونہی دوسری طرف سے بات کی گئی... راکل اچھل پڑا... ادھر محمود کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... فاروق اور فرزانہ بھی دھک سے رہ گئے... اس لیے کہ وہ بھی جانتے تھے... کس کا نمبر ڈائل کیا گیا ہے...

شکریہ جناب۔" فون بند کرنے کے بعد محمود نے کہا اور پھر اکرام سے بولا:

"انکل! انہیں حوالات میں بھجوادیں..."

راکل کے جانے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کی

طرف دیکھا...

"اب کیا کریں..."

"یہ تو وہی بات ہوئی... کھودا پہاڑ نکلا چوہا..." فاروق نے منہ بنایا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا، جو فاروق کی ران پر لگا۔

"حد ہوگئی... اس حد تک نظر کمزور ہوگئی۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"میرا خیال ہے... ہمیں اس کیس کو جوں کا توں چھوڑ دینا چاہیے اور گھر کا رخ کرنا چاہیے۔"

"ہوں... اور کیا۔"

وہ گھر پہنچے... انسپکٹر جمشید ان کے لٹکے ہوئے چہرے دیکھ کر مسکرائے۔

"بری طرح ناکام ہو کر آرہے ہو شاید۔"

"جی... جی نہیں... یہ تو نہیں کہا جاسکتا۔"

"تب پھر اچھی طرح ناکام ہو کر آئے ہوگے۔"

"جی نہیں... یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔"

"اوہو... تو جو کہا جاسکتا ہے... وہ کہو نا بھئی۔"

"آپ کو کہانی معلوم ہے؟"

"نہیں... بالکل نہیں۔"

"پہلے آپ کہانی سن لیں۔"

"اس طرح تو میں یہیں بیٹھے بیٹھے ان شاء اللہ مجرم کا نام بتادوں گا۔"

"خیر... ایسا تو نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا مطلب؟ کیسا نہیں ہو سکے گا۔" وہ چونکے۔

"آپ یہاں بیٹھے بیٹھے مجرم کا نام نہیں جان سکیں گے۔"

"بھئی دیکھ لو۔"

"جی دیکھ لیں... کیا دیکھ لیں۔"

"اگر میں نے مجرم کا نام بتادیا تو؟"

"تو ہم آپ کو مان جائیں گے۔" فاروق فوراً کہا۔

"مانتے تو تم پہلے ہی ہو مجھے۔"

"اب اور زیادہ ماننے لگیں گے۔"

"کم تو تم مانتے ہی نہیں۔"

"تب پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔"

"ایک ایک گھونسا کمر پر کھانا ہوگا۔"

"ارے باپ رے... ہماری تو ہو جائیں گی کمریں دہری۔"

"اتنے زور سے نہیں ماروں گا۔" وہ ہنسے۔

"آپ جتنے زور سے بھی ماریں گے... ہمارے لیے وہ زیادہ زور سے ہی ہوگا۔"

"اچھا خیر... ایک سو ڈنڈ۔"

"ارے باپ رے... ایک سو ڈنڈ۔"

"زیادہ نہیں ہیں۔"

"ہمیں عادت نہیں ہے نا ابا جان.. ٹانگیں اکڑ جائیں گے۔"

"تو عادت ڈالو نا... اچھا پچاس ڈنڈ۔" وہ ہنسے۔

"چلیے منظور۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

اب انہوں نے کہانی سنانا شروع کی... پوری تفصیل سے تمام واقعات سنائے... آخر وہ خاموش ہو گئے۔

"بس... کوئی پہلو رہ تو نہیں گیا۔"

"جی... جی نہیں۔"

"اوکے... اب ذرا مجھے غور کرنے دو... حساب کتاب لگانے دو۔"

"جی اچھا۔"

وہ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئے اور کاغذ پر جلدی جلدی لکھنے لگے... حساب کتاب لگانے لگے... آخر انہوں نے قلم بند کر کے جیب میں رکھ لیا... کاغذ کے کئی ٹکڑے کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیے... پھر کہیں جا کر وہ بولے۔

"ہاں! اب بتاؤ... کیا کہتے ہو۔"

"اب ہم کیا کہیں... اب تو کہنے کی باری آپ کی ہے۔"

"اس کیس میں کوئی مجرم سرے سے ہے ہی نہیں۔"

"جی... کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلے۔

"مطلب یہ کہ کیس کا کوئی مجرم نہیں ہے۔"

"تب پھر سیٹھ آفتاب پر حملے کون کراتا رہا ہے۔"

"تم درست نتیجے پر پہنچے ہو۔" وہ مسکرائے۔

"یہ آپ نے ایک اور کہی... بھلا آپ کو کیا معلوم کہ ہم درست نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"اس لیے کہ میں نے جان لیا ہے... حملے کون کراتا رہا ہے۔"

"اوہ... کیا واقعی۔"

"کہتے ہو... تو نام بتا دیتا ہوں اس کا... تم پچاس پچاس ڈنڈ نکالنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"ایک منٹ ابا جان... میں لڑکی ہوں... لڑکیاں شاید ڈنڈ نہیں نکالتیں... لہٰذا میں بیٹھکیں لگاؤں گی۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرائے۔

پھر انہوں نے نام بتا دیا... وہ زور سے اچھلے...

"کمال ہے... ہم نے اتنے پاپڑ بیلے اور آپ نے یہاں بیٹھے بیٹھے نام بتا دیا... جیسے کسی زمانے میں شرلاک ہومز بتا دیا کرتا تھا۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"تم لوگوں نے جو پاپڑ بیلے، میں نے ان پاپڑوں کو چکھ کر ہی تو نام بتایا ہے... شرلاک ہومز بھی تو یہی کرتا تھا۔"

"تب پھر کیا ہم چلیں اور آپ بھی چلنا پسند کریں گے۔"

"میں تو خیر نہیں جاؤں گا... کیونکہ سیٹھ آفتاب سے مل کر میں دکھ محسوس کروں گا کہ انسان اس عمر میں کن حالات کا شکار ہو جاتا ہے۔"

"لیکن ابا جان... ہر آدمی کی اولاد تو ایسی نہیں ہوتی... یہ دولت کی فراوانی ہے... جو ایسے خیالات انسان کو تحفے میں دے دیتی ہے۔"

"جی ہاں! اور کیا... اچھا تو پھر ہم چل دیے۔"

"اور وہ ڈنڈ... بیٹھکیں۔" انہوں نے گویا یاد دلایا۔

"اوہ... وہ... ان کو تو ہم بھول ہی گئے... آؤ بھئی... ڈنڈ لگائیں۔"

وہ تیار ہو گئے... اس وقت انہوں نے ہنس کر کہا:

"چلو جاؤ... معاف کیا... آئندہ ایسی شرط نہ لگانا۔"

"توبہ کرتے ہیں۔" انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

اور پھر وہ آفتاب کالونی پہنچ گئے... انہوں نے سیٹھ آفتاب کو پیغام بھجوایا... انہوں نے انہیں فوراً ہی اندر بلا لیا۔

وہ اپنے کمرے میں بالکل اکیلے تھے۔

"آئیں بھئی... آئیں۔"

وہ ان کے آس پاس بیٹھ گئے... پھر محمود نے رازدارانہ انداز میں کہا:

"سیٹھ صاحب! ہم نے اس شخص کو پہچان لیا ہے... جو آپ

پر قاتلانہ حملے کراتا رہا ہے... لیکن وہ حملے جھوٹ موٹ کے تھے۔"

"کیا مطلب... جھوٹ موٹ کے حملے۔"

"ہاں! جھوٹ موٹ کے حملے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"کسی نے کرائے کے ایک غنڈے راکل سے یہ معاملہ طے کیا تھا... یہ کہ اس کے آدمی سیٹھ صاحب پر حملہ کریں گے... انہیں ڈرائیں گے... خوف زدہ کریں گے... یہاں تک مارے خوف کے ان پر دل کا دورہ پڑ جائے... لیکن سیٹھ صاحب کو قتل کرنے کا حکم اس نے نہیں دیا تھا... یہ کہا تھا کہ صرف ڈرایا جائے گا... نقصان ہرگز نہ پہنچایا جائے گا۔"

"اوہو اچھا... یہ تو عجیب بات سامنے آئی... ایسا کس نے کیا۔"

"کیا آپ اس پر کیس کریں گے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے..." وہ بولے۔

"یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے... اگر آپ اس پر کیس چلانا چاہتے ہیں... تب تو سارے گھرانے کو جمع کر لیں... ہم ان سب کے سامنے بتائیں گے... اور اگر آپ چاہتے ہیں... مقدمہ نہ کریں.. تو پھر صرف آپ کو بتائیں گے۔"

"آپ پہلے صرف مجھے بتائیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے... کیا ہم نام بتانے کے قابل ہیں۔"

فرزانہ نے عجیب انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔"

"لیکن ہمارا خیال ہے... بلکہ ہمیں یقین ہے کہ ہم اس کا نام جانتے ہیں اور اس معاملے میں ہم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔"

"ہوں... خیر... بتائیں پھر۔"

"سیٹھ صاحب... یہ پورا گھرانہ آپ سے بہت تنگ ہے... بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ آپ کی موت چاہتا ہے... اگرچہ آپ نے اپنی تمام دولت ان سب میں حصے کے مطابق تقسیم کر دی ہے... پھر بھی یہ لوگ خوش نہیں ہیں... اس لیے کہ آپ نے یہ کالونی ابھی تک ان میں تقسیم نہیں کی... آپ مرنے سے پہلے یہ کالونی انہیں نہیں سونپنا چاہتے... اور یہی بات انہیں پسند نہیں... یہ چاہتے ہیں... آپ یہ کالونی بھی ان میں تقسیم کر دیں.. اس لیے یہ آپ کی موت کے خواہش مند ہیں... لیکن اس حد تک نہیں کہ قتل کرنا چاہتے ہوں... قتل جیسے جرم کے نام سے یہ کانپتے ہیں... تاہم اگر کبھی انہیں یہ معلوم ہو جاتا ہے.. کہ آپ کی موت واقع ہو گئی ہے تو یہ خوشی سے اچھلنے لگتے ہیں، ایسا پہلے بھی ایک بار ہو چکا ہے... ہو چکا ہے نا۔"

"ہاں! اس دن واقعی میرے دل میں درد ہوا تھا... میرا پورا بدن پسینے میں ڈوب گیا تھا... سانس رک گیا تھا... ڈاکٹر سالم کے بھی رنگ اڑ گئے تھے... ان کی اڑتی رنگت اور میری اکھڑتی سانسوں نے انہیں یقین دلا دیا کہ میرا وقت آ چکا ہے اور اب میں نہیں بچوں گا...

لہٰذا میں نے بند ہوتی آنکھوں سے ان کے چہرے پر خوشی کا ایک ایسا عالم دیکھا کہ میرے دل سے ایک ہوک اٹھی... کہ کاش... مجھے زندگی کے کچھ اور لمحات مل جائیں... شاید اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی... میں بچ گیا... ان کے چہروں پر آنے والی خوشی کی لہریں یک دم ختم ہو گئیں... ان کے چہرے لٹک گئے... یہ دیکھ کر مجھے عجیب سی خوشی محسوس ہوئی..."

یہاں تک کہہ کر سیٹھ آفتاب خاموش ہو گئے۔

"بہت خوب! آگے بھی کہیے نا۔"

"آگے... آگے کیا کہوں... بس اتنی سی بات ہے۔"

"نہیں... جناب! ہم اگلی بات سننا چاہتے ہیں... یا پھر آپ سن لیں۔"

"تب پھر آپ سنا دیں۔"

جی... ضرور... کیوں نہیں... اس روز آپ نے پروگرام بنایا... آپ اچانک انہیں خوش ہونے کا موقع دیں گے... لیکن ادھر یہ خوش ہوں گے... ادھر آپ انہیں افسوس میں غرق کر دیں گے، آپ نے ڈاکٹر سالم سے بات کی... ڈاکٹر سالم کے لیے ایسا کرنا کیا مشکل تھا... آپ نے ایک روز پھر دل میں درد کا بہانا کیا... ڈاکٹر صاحب کو بلایا گیا... انہوں نے معائنہ کیا اور فوراً کہہ دیا کہ آپ کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے... وہ سب یک دم خوش ہو گئے... دوسرے کمرے میں جا کر اچھلنے کودنے لگے... ایسے میں ڈاکٹر صاحب نے

اعلان کیا... خدا کا شکر ہے... یہ بچ گئے ہیں... اور جلد ٹھیک ہو جائیں گے... یہ سن کر ان کے چہرے لٹک گئے... اب کی بار آپ نے ایسا اور تجربہ کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کے لیے آپ نے ذکی آوارہ کے ذریعے راکل سے بات کی۔"

"اوہ... اوہ... تو آپ نے یہ بھی جان لیا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ذکی آوارہ کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے... اس نے بھی آپ کے خلاف ڈراما آپ کے کہنے پر شروع کیا تھا... تاکہ یہ لوگ باتیں بنانا شروع کر دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا... آپ کے بچوں نے کالونی میں اور کالونی کے باہر خبریں اڑانا شروع کر دیں... اس طرح وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچانا چاہتے تھے... تاکہ آپ صدمے ہی سے مر جائیں... ادھر آپ ان سے کھیل رہے تھے... اسی سلسلے میں آپ نے راکل کے ذریعے خود پر حملہ کروایا... راکل بھی وہاں موجود تھا... تاکہ اس فرضی حملے کی کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے اور سیٹھ صاحب کو کوئی نقصان نہ پہنچے... ابھی آپ کے اس قسم کے اور پروگرام بھی تھے... لیکن ہوا یہ کہ سیر کے دوران ہم آپ سے ٹکرا گئے... اور ہم نے خیال کیا کہ آپ مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں... چنانچہ ہم نے اپنا کام شروع کر دیا... یہ ہے کہانی... اس کہانی میں کوئی مجرم نہیں ہے... اگر مجرم ہیں تو آپ کی ساری اولاد... جو بوڑھے باپ سے اس حد تک تنگ آ چکے ہیں... کہ صرف

اور صرف اس کی موت چاہتی ہے... اگر ان لوگوں میں کوئی دلیر ہوتا تو یہ واقعی آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کر دیتا... اس وقت بھی وہ یہی سمجھتے ہیں کہ شاید ان میں سے کوئی چوری چھپے یہ حملے کرا رہا ہے... اور سیٹھ صاحب ہمارا آپ کو ایک مشورہ ہے... آپ اس طرح ان کے لٹکے ہوئے چہرے دیکھ سکتے ہیں... ان کے چہرے اس حد تک لٹک جائیں گے کہ کیا پہلے کبھی وہ آپ کی طرف خوش ہو کر دیکھ سکیں گے۔"

"اور وہ کیا؟"

"آپ آفتاب کالونی کو وقف کر دیں... بلکہ وہاں اپنی زندگی میں ایک ہسپتال بنوا دیں... جہاں صرف غریبوں کا مفت علاج ہوا کرے گا... اس کے چاروں طرف دکانیں بنوا دیں... دکانوں کی اوپر والی منزلوں پر کمرے تعمیر کرا دیں... دکانیں کرائے پر چڑھ جائیں گی... وہ کمرے لوگ اپنے دفتروں کے لیے کرائے پر لے لیں گے.. اس طرح ہسپتال کے اخراجات نکلا کریں گے... اور آپ کو قیامت تک ثواب ملتا رہے گا اور آپ کی خود غرض اولاد کے چہرے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لٹک جائیں گے۔"

"اوہ... اوہ... یہ ترکیب مجھے پہلے کسی نے کیوں نہیں بتائی، میں ایسا ضرور کروں گا۔"

سیٹھ صاحب اچھل کر بولے... ان کی آنکھیں چمکنے لگیں...

آیندہ ناول کی ایک جھلک

لنگڑا گروپ

محمود، فاروق، فرزانہ
اور
انسپکٹر جمشید سیریز
ناول نمبر 690

مصنف.........اشتیاق احمد

- لنگڑا گروپ سے ملیے... آپ دھک سے رہ جائیں گے۔
- نواب جاری کے والد کو قریباً سو سال پہلے کسی نے قتل کیا تھا۔
- اس نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا اور...
- اور اب وہ انہیں بھی قتل کرنا چاہتا تھا؟
- انسپکٹر جمشید کو ایک خط ملا...
- وہ حرکت میں کیا آئے... بس حرکت میں برکت ہوتی چلی گئی۔
- اور جب وہ مجرم ان کے سامنے آیا تو...
- وہ کس حالت میں تھا...
- سو سالہ پرانے جرم کی کہانی...

انداز بک ڈپو

قیمت: 18:00 روپے

9/12 نصیر آباد' ساندہ کلاں۔ لاہور

آیندہ ناول کی ایک جھلک

دیوتا کا چور

محمود، فاروق، فرزانہ
اور
انسپکٹر جمشید سیریز
ناول نمبر 691

مصنف.........اشتیاق احمد

- سیٹھ ریاض نے اپنے پائیں باغ سے آوازیں سنیں...
- کوئی ان کے باغ سے ایک پودا چرائے لے جا رہا تھا۔
- ان کے جانے کے بعد انہوں نے ایک فون کیا۔
- فون کے جواب میں وہاں محمود، فاروق اور فرزانہ پہنچے۔
- سیٹھ ریاض افریقہ سے ایک پودے کے بیج لائے تھے۔
- ان بیجوں کو اگانے سے صرف ایک پودا اگ سکتا تھا۔
- اس پودے کی کہانی آپ کو حیرت میں ڈال دے گی۔
- اس بار محمود، فاروق اور فرزانہ بہت برے پھنسے تھے... ساتھ ہی اکرام بھی
- لیکن عین وقت پر
- جی نہیں... آپ جو سوچ رہے ہیں... عین وقت پر وہ نہیں ہوگا۔
- حیرت، سسپنس اور خوف میں ڈوبی ایک کہانی...

انداز بک ڈپو

قیمت: 18:00 روپے

9/12 نصیر آباد' ساندہ کلاں۔ لاہور

آئندہ ناول کی ایک جھلک

چند قطرے خون

مصنف............اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ
اور
انسپکٹر جمشید سیریز
ناول نمبر 692

- انسپکٹر جمشید کے دفتر میں ایک غریب ملازم کی آمد۔
- اس کے الفاظ حد درجے عجیب تھے۔
- انسپکٹر جمشید حرکت میں آنے پر مجبور ہو گئے۔
- لیکن یہ حرکت، انہیں بہت مہنگی پڑی...
- آئی جی صاحب سے لے کر صدر تک ان کے مخالف ہو گئے۔
- ایک بہت بڑے آدمی پر قتل کا الزام تھا... وہ بہت بڑا آدمی ملک کے صدر تک کے لیے بہت بڑا اور اہم تھا۔
- اور یہ تمام لوگ چاہتے تھے... اس کے جرم کو دبا دیا جائے... چھپا دیا جائے
- لیکن وہ انسپکٹر جمشید ہی کیا... جو ایسی غلط بات مان لے۔
- ان کے راستے میں مشکلات کے پہاڑ...
- پیر سر توڑے شاہ سے ملیے... ایک خاص اور... ایک عجیب ناول...

انداز بک ڈپو

9/12 نصیر آباد' سانده کلاں۔ لاہور

قیمت :18:00روپے

ایک قدم اور

کتاب میلہ .... کتاب میلہ

- کتاب میلہ کے حیرت انگیز حد تک خوش گوار اثرات ظاہر ہوئے ہیں۔
- بہت سے قارئین بہت سی کتابیں نہیں پڑھ سکے تھے، اس میلے کی بدولت انہیں بہت حد تک آسانی ہو گئی ہے۔
- لہٰذا ہم اس میلے کو پھیلاتے ہیں...

جی ہاں!

☆ اب دینی، اسلامی، تاریخی کتب کا میلہ شروع۔

☆ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دینی کتاب ہے جو آپ فروخت کرنا چاہتے ہیں... مثلاً کوئی حدیث کی کتاب، تاریخ اسلام کی کتاب، قرآن کریم کی تفسیر اور دیگر دینی کتب میں سے اگر کوئی کتاب فروخت کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔

☆ اور کیا آپ کوئی دینی کتاب مثلاً تفسیر، حدیث، تاریخ،

سیرت وغیرہ سے کوئی کوئی کتاب خریدنا چاہتے ہیں...
اگر چاہتے ہیں تو فوری طور پر ہم سے رابطہ کریں...
کیونکہ ہمارے پاس بے شمار کتب موجود ہیں۔

☆ اور اگر آپ کسی کتاب کی تلاش میں ایک عرصے سے ہیں،
تو ہم اس کتاب کے حصول میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔

ضرورت مند حضرات خط لکھ کر معلومات حاصل کریں۔

خط لکھنے کا پتا:

اشتیاق احمد

بازار لوہاراں۔ جھنگ صدر

فون :614295/613295

نصف قیمت پر حاصل کریں

سٹاک میں موجود کتب کی فہرست حاضر ہے، آپ یہ کتب آدھی قیمت پر حاصل کر سکتے ہیں ...جو کتب آپ منگوانا پسند کریں...ان کی قیمت کا حساب لگا کر نصف رقم ادارے کے نام منی آرڈر کر دیں.....یا پھر بذریعہ V.P منگوا سکتے ہیں.....گرمی کی چھٹیوں کا لطف دوبالا کرنے کا واحد بے حد دلچسپ اور سنسنی خیز طریقہ....

نام ناول	قیمت	نام ناول	قیمت
سازش تیار تھی	66روپے	ٹیڑھا مکان	66روپے
کہانی کا قتل	18〃	قاتل کا خط	18〃
سیاہ خوف	66〃	حویلی میں موت	66〃
نگران کا جال	132〃	مظلوم قاتل	36〃
ہولناک وبا	36〃	بے دل انسان	132〃
سنہری جال	36〃	چلتا پرزہ	30〃
خون کی بولی	18〃	سورج کا خوف	60〃
تاب	60〃	خوف کا ہم	18〃
گڑیا کا چکر	36〃		

نام ناول	قیمت	نام ناول	قیمت
دوسری دنیا کا انسان	132	سر پھرے	36
ایک کنول جھیل کنارے	50	دوسرا سانپ	18
برف کی روشنی	36	مٹھا کی واپسی	36
ھورانی کے مجرم	36	خونی دھماکے	36
ہزار سال کا شہر	36	نیلا دانت	36
ساتواں کون	66	آگ کی مورتی	18
مجرم چھلانگ	66	چار کروڑ کا ہاتھ	36
پراسرار مجرم	36	سرلاس	120
پراسرار چور	36	وہی کارواں وہی راستے	50
اینٹ کا جواب	36	موت کا ستارہ	60
سونے کی کار	18	قتل کا پروگرام	18
بھوت	66	تصویر کا غلام	33
انوکھا پروگرام	36	ان بلائے مہمان	36
مجرم کی تلاش	36	چال کا جواب	36
ملاقاتی کارڈ	36	دولت کا زہر	36
ہیروں کی بارش	36	گھر کا دشمن	18
خطرناک پاگل	36		

آپ کے خطوط

خاص خط

محترم انکل اشتیاق احمد
السلام علیکم!

اس ماہ (مئی) کے چاروں ناول پڑھے۔ سرورق اور کاغذ بھی بہتر تھا۔ بلاشبہ چاروں ناول شاندار تھے مگر "موت کا کیپسول" سب پر حاوی تھا۔ کم صفحات ہونے کے باوجود یہ ایک شاہکار تھا۔ اس ناول کا بنیادی نکتہ کہ "اللہ اپنے محبوب بندوں سے زیادتی کی سزا ضرور دیتا ہے" شاندار تھا۔ اور اس نکتے کی وضاحت کے لیے آپ نے بادلوں سے آتی آواز کا خوب صورت استعمال کیا۔ اور آخر میں انسپکٹر جمشید کا مجرم کے منہ میں کیپسول ڈالنا بھی خوب تھا۔

سب سے بڑھ کر جو چیز سب سے زیادہ پسند آئی وہ صفحہ نمبر 89 پر انسپکٹر جمشید کی سود اور بینکوں کے منافع پر تقریر تھی... بلاشبہ یہ ایک اصلاحی اور نیک کام ہے۔ اس کا مجھ پر یہ اثر ہوا ہے کہ میں نے اپنا سیونگ اکاؤنٹ، کرنٹ کروانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔

والسلام

ذوالقرنین ملک
c/o اصغر علی ملک ایڈووکیٹ، پلندری ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر

خاص خط

محترم جناب اشتیاق احمد صاحب!

السلام علیکم!

طویل عرصے قبل آپ سے مستقل خط وکتابت رہتی تھی۔ 1993ء میں دعوۃ اکیڈمی کے نوجوان ادیبوں کے کیمپ میں آزاد کشمیر تک آپ کے ہم سفر بھی رہا اور اس دورے کی تصاویر اب تک یادیں تازہ کرتی ہیں، پھر آپ کے ناول کا مطالعہ کم ہوتا گیا۔ اب کچھ عرصے سے مختصر کہانی کی جانب آپ کی دوبارہ واپسی نے آپ کے پرانے قارئین کو بھی دوبارہ راغب کیا ہے۔ ماہ نامہ نونہال اور آنکھ مچولی میں آپ کی کہانیاں (اسلامی تعلیمات سے قریب تر) پڑھیں جو دل کو بے حد اچھی لگیں اور اب ماشاء اللہ اردو کے تین بڑے بچوں کے رسائل میں سلسلے وار ناولوں نے تو کمال ہی کر دیا۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ کا اصل میدان مختصر کہانی ہی ہے جس میں آپ اپنا مافی الضمیر مختصر لفظوں میں بے حد موثر انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔ ناول نویسی کے ساتھ ساتھ، اب اسے ترک مت کیجئے گا۔ ان شاء اللہ آپ کے قارئین میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ شکریہ!

والسلام

غلام حسین میمن

c/17-1194، تیسری منزل، سید افسر علی شاہ، کھاتہ چوک، حیدر آباد 71000

نوٹ: 1. کیا مختصر کہانیاں کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں؟

2. کیا انداز پبلی کیشنز دیگر ادیبوں کی کتابیں شائع کرتا ہے؟

بے خبر انسان

کہتے ہیں کہ آج میڈیا اتنا طاقت ور ہو چکا ہے کہ انسان ساعتوں میں دنیا بھر کی خبروں سے باخبر ہو جاتا ہے... سیکنڈز کے اندر ایک ملک کی بات دوسرے ملک میں پہنچ جاتی ہے... غرض آج کا انسان بہت باخبر ہو گیا ہے... انسان ہر چیز سے باخبر ہے... اس لیے کہ یہ ایجادات کا زمانہ ہے... دریافتوں کی دنیا ہے... نالج کا دور ہے... لیکن زندگی میں کچھ لمحات ایسے بھی گزرتے ہیں جب معلوم ہوتا ہے کہ انسان تو اتنا بے خبر ہے کہ اس سے قبل کب ہوا ہو گا... جی ہاں! کیا کرنا اس ٹیکنالوجی کا جو انسان کو اور تو سب چیزوں سے باخبر کر دے لیکن خود انسان سے اتنا بے خبر کر دے کہ اللہ کی پناہ... دن بھر ہمارے ارد گرد بے شمار لوگ ہوتے ہیں... کسی کے چہرے پر ہنسی ہوتی ہے تو کوئی غمناک ہوتا ہے... کسی کی پیشانی پر سوچ کی سلوٹیں ہوتی ہیں تو کسی کا پیٹ خالی ہوتا ہے اور ذہن میں ان گنت سوالات!! لیکن ہمیں اپنے ارد گرد کے لوگوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی ہے... خود غرضی کا یہ عالم ہے کہ ہمارے سامنے بیٹھا ہوا شخص بہت پریشان ہوتا ہے اور ہم اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے... دوست احباب سے ملتے ہیں تو گپ شپ کے علاوہ اس کے اندر جھانکنے کی کوشش نہیں کرتے...

آفتاب احمد ان لوگوں میں سے ایک تھے جو اپنے لیے کسی کو دکھی نہیں کر سکتے تھے... میں انہیں اس وقت سے جانتا ہوں جب ان کا پہلا باقاعدہ ناول "سرخ لفافہ" لاہور کے ماہ نامہ ذہانت میں شائع ہوا تھا۔ وہ دھیمے مزاج کے

ایک اچھے انسان تھے۔ لبوں پر شوخی ہر وقت مچلتی تھی... اللہ اور اس کے بندوں کو خوش کرنے والے آفتاب احمد کا ذکر جب ہوتا ہے تو نہ جانے کیوں یکبارگی آنکھیں بہہ بہہ جاتی ہیں۔ میرا ان سے خون کا تو کوئی رشتا نہیں تھا لیکن ان کے لیے میں میری آنکھیں اب بھی نم ہو جاتی ہیں۔

وہ ایک رائٹر تھے... ایک انسان تھے... شادی کے بعد تو ان میں بہت نمایاں تبدیلیاں ہو گئی تھیں... وہ اللہ کے بہت نزدیک ہو گئے تھے... شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا ہے کہ... شاید یہ دنیا نیک لوگوں کے رہنے کے قابل نہیں رہ گئی ہے!!

آفتاب احمد ایک خود دار انسان تھے... ایک صابر شخص... جو اپنے مصائب نزدیکی لوگوں کو بھی نہیں بتاتے تھے... اس لیے ان کی وفات کے بعد ان کے بارے میں ایسی باتیں سامنے آ رہی ہیں کہ ان کی شخصیت پر رشک آنے لگتا ہے... ان جیسا بننے کا ارادہ بدھتا ہے..

میں برملا کہتا ہوں کہ آفتاب احمد جیسے لوگ کم کم پیدا ہوتے ہیں... اس جیسے انسان، اس جیسے رائٹر روز روز پیدا نہیں ہوتے... انہوں نے ہمیشہ مذہب کے بہت قریب ہو کر لکھا... میں نے ان سے کئی بار کہا کہ بھائی! تھوڑی تبدیلی لاؤ... ذرا ہٹ کر لکھو تو کہتے، میں تو اسی طرح کی کہانیاں لکھ سکتا ہوں۔ قابل اتنے تھے کہ اخبار میں ایک چھوٹی سی خبر پڑھ کر اس پر پورا ناول لکھ دیتے تھے... اس کی مثال "زرد لاشیں" ہے۔ محترم اشتیاق احمد نے ان کا یہ ناول تاحال پڑھا نہیں ہے۔ پڑھنے کے بعد وہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے... لیکن مجھے ساری زندگی اس بات کا دکھ رہے گا کہ میں نے اپنے ایک دوست کی ایک خواہش کو بروقت افشاں کیوں نہیں کیا، اس کی وجہ کیا رہی... میں اب تک جان نہیں سکا... ہاں اتنا ضرور چاہتا ہوں کہ ان کا ناول "زرد لاشیں" ضرور شائع ہو کہ ان کا یہ مجھ پر قرض ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا جہاں کی خبروں سے باخبر ضرور کرے لیکن ہمیں ہمت دے کہ ہم اپنے پیاروں، اپنے عزیزوں سے بے خبر رہنے کی روش سے پاک ہو جائیں... آیئے! ہم اور آپ سب مل کر ان کے لیے دعائے خیر کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عنایت کرے۔ آمین ثمہ آمین۔

عبدالرشید فاروقی

مکان نمبر 343 محلہ حسین آباد، سرگودھا روڈ جھنگ صدر

☆☆

پیارے انکل اشتیاق احمد

السلام علیکم! عرض ہے کہ یہاں اللہ کے فضل سے میں خیریت سے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ صورت احوال یہ ہے کہ آپ نے 4 نئے ناولوں کا سلسلہ شروع کر کے بہت اچھا کیا۔ اب ہمیں ہر ماہ آپ کے چار نئے ناول پڑھنے کو ملیں گے۔ آپ نے ایک ناول کے آخر میں اشتہار دیا ہے انعامی سوال کا۔ میں نے آپ کے چاروں ناول پڑھے ہیں۔ لیکن ان میں سے مجھے جو ناول سب سے اچھا لگا ہے، وہ ہے "گھناؤنا ستم" اس ناول کا پلاٹ آپ کے تمام ناولوں سے بالکل ہٹ کر ہے۔ آپ نے پہلے کبھی اس طرح کا ناول نہیں لکھا۔ سب سے زیادہ حصہ ڈی ایس پی آکاش نارائن پر آیا جو نہ جانے کہاں سے آیا تھا اور لوگوں کو بری لعنت پر لگا گیا۔ اگر میرا بس چلتا تو پہلے اس کی ایک ٹانگ کاٹتا پھر

دوسری، اس کے بعد ایک بازو، پھر دوسرا، تب اسے پتا چلتا انسانی
جان کی حقیقت۔ کتنے ظالم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کو بے گناہ
قتل کرتے ہیں۔ اور یہاں تو معاملہ ہی اور تھا، زندہ انسانوں کو آگ پر
بھون کر کھایا جاتا ہے۔ سوچ کر ہی دل ہول جاتا ہے۔ اب بھی دنیا
میں کچھ اسے علاقے ہیں، جہاں آدم خور لوگ موجود ہیں۔ آخر میں
فرزانہ کی ترکیب پر عمل کر کے ہمارے ہیروز نے ڈی ایس پی آکاش
نارائن کو گرفتار کر لیا تو بہت خوشی ہوئی، بس اس ناول کے پسند آنے
کی مین وجہ یہی آدم خوری تھی۔ آپ نے اس طرح کا ناول پہلی دفعہ
لکھا ہے۔ شاید اسی لیے یہ ناول اس قدر پسند آیا ہے۔

باقی آپ کے دوسرے ناول 'پاگل مردہ' جس میں الطاف
غالب بے چارے پر ظلم دکھایا گیا ہے اور نوکر اختر جان، الطاف غالب
کی جگہ لیتا ہے۔ 'پراسرار تیر' اچھا ناول تھا۔ پروفیسر داؤد کے
اسسٹنٹ کی موت اور تجربہ گاہ کی تباہی پر دکھ ہوا۔ 'قتل کا پروگرام'
جس میں جاسم بلا جیسا بڑا آدمی قتل کر کے، بے چارے بے گناہ معصوم
بیگ نادان کو پھنسوا دیتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی خوشی
یا راز کی حفاظت کیلئے دوسروں کا قتل کر دیتے ہیں۔ چاروں ناولوں میں
محمود، فاروق اور فرزانہ کے محاورے اور جملے پسند آئے۔ انسپکٹر جمشید
بھی کبھی کبھی مزاح کے موڈ میں اچھے لگتے ہیں۔

میری دعا ہے انکل! آپ ہمیشہ اسی طرح اچھے اچھے ناول،
ہمارے لئے لکھتے رہیں اور ہم پڑھ کر آپ کو دعائیں دیتے رہیں کہ
اس دور میں بھی ایک اچھا لکھنے والا ہے، جو ہمیں اچھائی کے کاموں کی
طرف لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی زندگی عطا
فرمائے۔ (آمین)

اور کوئی خاص بات نہیں جو تحریر کروں۔ اگر انعام مجھے ملا تو
ایک تفصیلی خط بھی لکھوں گا اور ایک خاص بات بھی۔ جسے پڑھ کر شاید
آپ سوچیں کہ مسلمان اس قدر گر سکتے ہیں، یہ تو میں نے سوچا بھی نہ
تھا، وہ خاص بات میں آپ کو پھر لکھوں گا اگر انعام کی کتابیں مل گئیں
تو۔

والسلام
راشد محمود

ایگل ایمبرائیڈری ہاؤس، قاسم مارکیٹ۔ دکان نمبر ۱۶، نزد رحیم
مارکیٹ محلہ کھوہ تحصیل و ضلع ڈاکخانہ ہری پور۔

☆☆

پیارے انکل شوکی۔

السلام علیکم! یہ میرا پہلا خط ہے اور میں آپکے ناول تقریباً چھ
سال سے پڑھ رہی ہوں۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ آپکو ایسے اور
ڈھیروں ناول لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کا قلم ہمیشہ یوں ہی چلتا
رہے۔ لیکن انکل! مجھے آپ سے کچھ شکایات ہیں۔ میری شکایات
جا ہیں۔ انکل! آپ آج کل صرف انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول لکھتے
ہیں۔ مشترکہ مہم میں بھی انسپکٹر جمشید کا کام زیادہ ہوتا ہے اور باقی اپنا

سامنہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ انکل! آپکے پہلے ناولوں میں سب کرداروں کو بولنے اور کام کرنے کا موقع ملتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ مکھن، اشفاق اور اخلاق تو سمجھیں آتے ہی نہیں۔ فرزانہ، فرحت اور رفعت کی ترکیبوں کی بھی بہت کمی ہوتی ہے۔ اوّل تو انسپکٹر جمشید خود ہی ترکیبیں بتا دیتے ہیں۔ فرزانہ اب بہت کم ترکیبیں بتاتی ہے، لڑائی میں بھی انسپکٹر جمشید آگے آگے ہوتے ہیں۔ آپ نے دو ناولوں والا سلسلہ شروع کیا ہے۔ لیکن دونوں ناول انسپکٹر جمشید سیریز کے ہیں۔ آپ نے انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول بہت زیادہ لکھتے ہیں۔ اس لئے جو نئے پڑھنے والے قاری ہیں، ان میں زیادہ تر قاری کے ہاتھ انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول لگتے ہیں۔ بہت کم قاری ہونگے جن کے ہاتھ پہلی ہی دفعہ باقی دو یار پٹوں کے لگے ہوں۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جو قاری پہلی دفعہ انسپکٹر جمشید سیریز کے ناول پڑھتے ہیں۔ پھر انہیں باقی دو سیریز کے ناول اچھے نہیں لگتے۔ میں نے ایسا خود دیکھا ہے۔ انکل! ہمارا تو ایک سیریز کے ناول پڑھ پڑھ کر دل اکتا گیا ہے۔ مجھے شوکی برادرز کی نونک جھونک بہت پسند ہے کیونکہ یہ باقی دونوں سے مختلف ہیں۔ انسپکٹر جلالی نور کا کردار بہت پسند ہے۔ انسپکٹر جلالی نور اور شوکی برادرز کی نونک جھونک پڑھ کر بڑا مزا آتا تھا۔ لیکن اب تو خاص نمبر میں بھی ان کا تذکرہ گاہے گاہے ہوتا ہے۔ انکل! مجھے ان کرداروں کے علاوہ کچھ اور کردار بھی پسند ہیں۔ جن میں سب انسپکٹر شاہد، ظہور اور خاص طور پر ٹی ایس ایم کا کردار بہت زبردست

تھا۔ لیکن اب تو ناول میں ان تینوں کا کردار شامل ہی نہیں۔ انکل اب تو حد ہو گئی ہے کہ پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی بہت کم آتے ہیں۔ کئی جگہ وہ انسپکٹر جمشید وغیرہ کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن پتا ہی نہیں لگتا۔ اور پروفیسر داؤد کوئی اپنی نئی ایجاد بھی نہیں بناتے۔ فاروق نے تو جیسے منہ میں گھنگنیاں ڈال لی ہیں۔ اب یہ کام بھی انسپکٹر جمشید کرتے ہے یعنی بولنے والا۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ میری باتوں پر غور ضرور فرمائیں گے کیونکہ امید پر تو دنیا قائم ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ انسپکٹر جمشید کی وجہ سے آپ کا پارہ چڑھ رہا ہو اس لئے اب ذرا دوسری باتیں ہو جائیں۔ ارے باپ رے، دوسری بات کیا تھی۔ ہاں! یاد آیا ہم نے اس مہینے اور پچھلے مہینے کے ناول نہیں پڑھے۔ کیونکہ لائبریری والے لاتے ہی نہیں۔ دل چاہتا ہے ان کا منہ نوچ لیں۔ کیونکہ وہ بے تکے ناول تو لاتے ہیں لیکن آپ کے ناول لانے میں ان کی ٹانگیں گھستی ہیں۔ ویسے انکل ایک بات ہم نے نوٹ کی ہے۔ ہم جس لائبریری والے سے ناول لے کر پڑھتے ہیں، وہ ناول لانے بند کر دیتا ہے۔ شاید لائبریری والوں کو ہم سے خدا واسطے کا بیر ہو گیا ہے۔ حالانکہ پڑھنے والے بہت ہیں۔ ویسے کرائے پر ناول پڑھنے سے یہ نقصان ضرور ہوتا ہے کہ ناولوں میں سے کافی صفحات نکالے ہوئے ہوتے ہیں جس سے ناول کا مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔ انکل یہ بات قارئین تک ضرور پہنچا دیجئے گا کہ وہ صفحے نہ نکالا کریں۔ مجھے اپنا خط چھپوانے کا شوق نہیں ہے، شوق تو یہ ہے کہ آپ میرے

نام کسی ناول کا انتساب کریں یا پھر دو باتوں میں ذکر ضرور کریں، اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ اگلا خط ضرور لکھوں گی۔ انکل مجھے آپ کے تمام ناولوں کی لسٹ چاہیے۔ میرا خط پڑھ کر آپ شاید مسکرا رہے ہوں، تلملا رہے ہوں، بھنا رہے ہوں یا پھر ٹس سے مس بھی نہ ہوئے ہوں اور آپ کے کان پر جوں بھی نہ رینگی ہو تو کم از کم کہیں سے جو پکڑ کر ضرور رینگوا لیجیے گا کہیں میری باتوں کا مقصد فوت نہ ہو جائے۔ ویسے فوت تو ایک نہ ایک دن سب کو ہونا ہے، مجھے بھی۔

ویسے ایک بات یہ بھی بتانی تھی کہ میں نے اخبار میں کسی کا کالم پڑھا تھا اس کا نام یاد نہیں آ رہا۔ اس نے لکھا تھا کہ جھوٹی احادیث بنائی گئی ہیں کہ ہمارے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ علم نجوم حاصل کرو۔

انکل آج کل بھارتی طیارے کے اغوا کی جو بات سامنے آئی ہے اور انہوں نے اس کا الزام ہمارے سر تھونپ دیا ہے یا پھر طالبان پر اگر آپ اس پر شوکی سیریز یا انسپکٹر کامران مرزا سیریز کا ناول لکھیں تو مزا ہی آ جائے گا۔ اچھا انکل خط بہت طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے آخر میں کہوں گی کہ اللہ آپ کو اسی طرح لکھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو ہماری عمریں بھی عطا فرمائے آمین!

اللہ حافظ

آپ کی بھتیجی..... حنا مسعود

محمد مسعود، غوثیہ کالونی غازی روڈ گلی نمبر 8 لاہور کینٹ۔